جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

جلسہ سالانہ نمبر

جولائی اگست ۲۰۰۴

"اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے"

(اشتہار ۷ ردسمبر ۱۸۹۲ء۔ مجموعہ اشتہارات، جلد اوّل صفحہ ۳۴۱)

جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۴ء کے چند ایمان افروز مناظر

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (القرآن 12:65)

النـــــور

جولائی۔اگست 2004

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیتی اور ادبی مجلّہ

لکھنے کا پتہ : Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرست

قرآن کریم
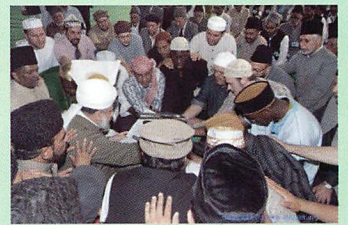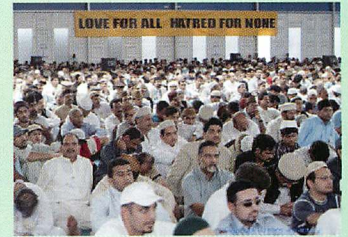
اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ O اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا م وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ط وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ O

(البقرۃ: 275-276)

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں رات کو بھی اور دن کو بھی، چھپ کر بھی اور کھلے عام بھی، تو ان کے لئے ان کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔ وہ لوگ جو سُود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوتے مگر ایسے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے (اپنے) مَسّ سے حواس باختہ کردیا ہو۔ یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے کہا یقیناً تجارت سُود ہی کی طرح ہے۔ جبکہ اللہ نے تجارت کو جائز اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ پس جس کے پاس اُس کے ربّ کی طرف سے نصیحت آجائے اور وہ باز آجائے تو جو پہلے ہو چکا وہ اسی کا رہے گا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور جو کوئی دوبارہ ایسا کرے تو یہی لوگ ہیں جو آگ والے ہیں۔ وہ اس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔

احادیث نبوی ﷺ

علم اور اس کے حصول کی ترغیب:

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَبْتَغِیْ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَھَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا صَنَعَ، وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتَّی الْحِیْتَانُ فِی الْمَآءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ وَ اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَلَا دِرْھَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

(ترمذی کتاب العلم باب فی فضل الفقہ)

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جوشخص علم کی تلاش میں نکلے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اور فرشتے طالب علم کے کام پر خوش ہو کر اپنے پَر اِس کے آگے بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے زمین و آسمان میں رہنے والے بخشش مانگتے ہیں یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی اس کے حق میں دعا کرتی ہیں۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چاند کی دوسرے ستاروں پر، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء روپیہ پیسہ ورثہ میں نہیں چھوڑ جاتے بلکہ ان کا ورثہ علم و عرفان ہے۔ جوشخص علم حاصل کرتا ہے وہ بہت بڑا نصیبہ اور خیر کثیر حاصل کرتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ مِنْ بَعْضِ حُجَرِہٖ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا ھُوَ بِحَلْقَتَیْنِ اِحْدٰھُمَا یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَیَدْعُوْنَ اللّٰہَ وَ الْاُخْرٰی یَتَعَلَّمُوْنَ وَ یُعَلِّمُوْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کُلٌّ عَلٰی خَیْرٍ ھٰؤُلَآءِ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَیَدْعُوْنَ اللّٰہَ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاھُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَھُمْ وَھٰؤُلَآءِ یَتَعَلَّمُوْنَ وَیُعَلِّمُوْنَ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا فَجَلَسَ مَعَھُمْ۔

(ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ اپنے گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے اور دیکھا کہ مسجد میں دو حلقے بنے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ تلاوت قرآن کریم اور دعائیں کر رہے ہیں اور کچھ لوگ پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ دونوں گروہ نیک کام میں مصروف ہیں۔ یہ قرآن کریم پڑھ رہا ہے اور دعائیں مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں دے اور چاہے تو نہ دے یعنی ان کی دعائیں قبول کرے یا نہ کرے۔ اور یہ لوگ پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں اور خدا تعالیٰ نے مجھے معلّم اور استاد بنا کر بھیجا ہے۔ اس لئے آپؐ پڑھنے پڑھانے والوں میں جا بیٹھے۔

❁❁❁

﴿ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

توبہ کا دن جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک ہے

''سب صاحب یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ایسے دن مقرر کئے ہیں کہ وہ دن بڑی خوشی کے دن سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ منجملہ ان دنوں کے ایک جمعہ کا دن ہے۔ یہ دن بھی بڑا مبارک ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جمعہ ہی کو پیدا کیا اور اسی دن ان کی توبہ منظور ہوئی تھی۔ اور بھی بہت سی برکات اور خوبیاں اس دن کی ماثور ہیں۔ ایسا ہی اسلام میں دو عیدیں ہیں۔ ان دونوں دنوں کو بھی بڑی خوشی کے دن مانا گیا ہے اور ان میں بھی عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ دن بیشک اپنی اپنی جگہ مبارک اور خوشی کے دن ہیں لیکن ایک دن ان سب سے بھی بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن ہے مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نہ تو اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور نہ اس کی تلاش؛ ورنہ اگر اس کی برکات اور خوبیوں سے لوگوں کو اطلاع ہوتی یا وہ اس کی پرواہ کرتے تو حقیقت میں وہ دن ان کے لئے بڑا ہی مبارک اور خوش قسمتی کا دن ثابت ہوتا اور لوگ اُسے غنیمت سمجھتے۔

وہ دن کونسا دن ہے جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے جو ان سب سے بہتر ہے اور ہر عید سے بڑھ کر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس دن وہ بداعمال نامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضب الٰہی کے نیچے اسے لا رہا تھا دھو دیا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

حقیقت میں اس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہوگا جو اسے ابدی جہنم اور ابدی غضب الٰہی سے نجات دیدے۔ توبہ کرنے والا گناہگار جو پہلے اللہ تعالیٰ سے دُور اور اس کے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا اب اس کے فضل سے اس کے قریب ہوتا اور جہنم اور عذاب سے دُور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

(البقرہ:223)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔

اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری شرط ہے؛ ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ پس جو دن ایسا مبارک دن ہو کہ انسان اپنی بدکرتوتوں سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا عہد صلح باندھ لے اور اس کے احکام کے لئے اپنا سرخم کردے تو کیا شک ہے کہ وہ اس عذاب سے جو پوشیدہ طور پر اس کے بدعملوں کی پاداش میں تیار ہو رہا تھا، بچایا جاوے گا۔ اور اس طرح پر وہ وُہ چیز پالیتا ہے جس کی گویا اسے توقع اور امید ہی نہ رہی تھی۔''

(ملفوظات جلد چہارم۔ص114۔115 جدید ایڈیشن)

جلسہ سالانہ کا پس منظر
اور
غرض و غایت

حضرت مسیحِ موعودؑ کے ارشاداتِ عالیہ

اہمیت و عظمت:

" اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔۔۔"

(اشتہار 7 دسمبر 1892 مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 341)

اغراض و مقاصد:

"اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں"۔۔۔

"ہر ایک سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کا منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوگا۔"

"جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔"

"۔۔۔اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔۔۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقاتِ اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے طیار ہو رہے ہیں۔۔۔"

(اشتہار 7 دسمبر 1892 مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 340-341)

"اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

"میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں بلکہ وہ علّتِ غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں اصلاحِ خلق اللہ ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

"تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو۔ اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول ﷺ کی محبت دل پر غالب آجائے۔ اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا

جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے تاکیدی ارشادات:

’’سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعث ضُعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں۔ لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات، جلد اول، صفحہ 302)

’’دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبائعین محض لِلّٰہ سفر کرکے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کر کے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔ میرے دیکھنے میں مبائعین کو فائدہ ہے۔ مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے اور فقط دین کو چاہتا ہے سو ایسے پاک نیت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے۔‘‘

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

’’دین تو چاہتا ہے مصاحبت ہو، پھر مصاحبت ہو۔ اگر مصاحبت سے گریز ہو تو دینداری کے حصول کی امید کیوں رکھتا ہے۔ ہم نے بار بار اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ بار بار یہاں آکر رہیں اور فائدہ اٹھائیں۔ مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ لوگ ہاتھ میں ہاتھ دیکر دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں۔ مگر اس کی پرواہ کچھ نہیں کرتے۔ یاد رکھو قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جا رہی ہے۔ ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب کرتا جاتا ہے اور تم اسے فرصت کی گھڑیاں سمجھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا مومن کا کام نہیں ہے جب موت کا وقت آگیا پھر ایک ساعت آگے پیچھے نہ ہوگی وہ لوگ جو اس سلسلہ کی قدر نہیں کرتے اور انہیں کوئی عظمت اس سلسلہ کی معلوم ہی نہیں ان کو جانے دو مگر ان سب سے بدقسمت اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا تو وہ ہے جس نے اس سلسلہ کو شناخت کیا اور اس میں شامل ہونے کی فکر کی لیکن پھر اس نے کچھ قدر نہ کی۔ وہ لوگ جو یہاں آکر

ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دعا کرنا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو۔ کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔‘‘

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 351)

وفات پاجانے والوں کے لئے اجتماعی دعائے مغفرت:

’’جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔‘‘

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 352)

جلسہ سالانہ کی برکات و فوائد:

’’۔۔۔حتی الوسع تمام دوستوں کو محض لِلّٰہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دُعا میں شریک ہونے کے لئے اُس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف اس کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے۔ اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔۔۔ اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہونگے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔۔۔‘‘

(آسمانی فیصلہ اشتہار 30 دسمبر 1891 روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 352)

’’اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزّ و جلّ شانہ کوشش کی جائے گی۔‘‘ (آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن، جلد 4 صفحہ 352)

میرے پاس کثرت سے نہیں رہتے اور ان باتوں کو جو خدا تعالیٰ ہر روز اپنے سلسلہ کی تائید میں ظاہر کرتا ہے نہیں سنتے اور دیکھتے وہ اپنی جگہ کیسے ہی نیک، متقی اور پرہیز گار ہوں مگر میں یہی کہوں گا کہ جیسا چاہیئے انہوں نے قدر نہ کی۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تکمیل علمی کے بعد تکمیل عملی کی ضرورت ہے۔ اور تکمیلِ عملی بدوں تکمیلِ علمی محال ہے۔ اور جب تک یہاں آ کر نہیں رہیں تکمیلِ علمی مشکل ہے۔''

(الحکم 17 ستمبر 1901)

''۔۔۔اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔ اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دِقت سرمایہ سفر میسر آ جاوے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسّر ہو جائے گا۔''

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن، جلد 4 صفحہ 352)

جلسہ سالانہ کا لازمی تقاضا:

''سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہیئے پورے غور اور فکر کے ساتھ سنو کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا ہے اس میں سستی، غفلت اور عدم توجہ بہت برے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب ان کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جائے تو غور سے اس کو نہیں سنتے۔ ان کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور مؤثر کیوں نہ ہو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں اور دل رکھتے ہیں پر سمجھتے نہیں پس یاد رکھو کہ جو کچھ بیان کیا جاوے اسے توجہ اور بڑے غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا وہ خواہ عرصہ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔''

(الحکم 10 مارچ 1902)

جلسہ سالانہ پر نہ آنے والوں پر اظہار افسوس:

دسمبر ۱۸۹۹ء کے جلسہ سالانہ پر بہت کم لوگ آئے۔ اس پر حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام نے بہت اظہارِ افسوس کیا اور فرمایا:

''ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ بن جائیں۔ وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ وہ پوری نہیں ہوسکتی۔ جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں اور آنے سے ذرا بھی نہ اکتائیں۔'' اور فرمایا۔

''جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اس پر بوجھ پڑتا ہے۔ یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا۔ اسے ڈرنا چاہیئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے تو ہمارے مہمات کا متکفل خدا تعالیٰ ہے۔ ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔ یہ وسوسہ ہے جسے دلوں سے دور پھینکنا چاہیئے۔ میں نے بعض کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دیں۔ ہم تو نکمے ہیں۔ یوں ہی روٹی بیٹھ کر کیوں توڑا کریں۔ وہ یہ یاد رکھیں یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے کہ ان کے پَیر یہاں جمنے نہ پائیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 455)

جلسہ پر آنے والوں کے لئے ضروری ہدایات:

''لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِراہ کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدرِ ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔''

(اشتہار 7 دسمبر 1892 مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 341)

''۔۔۔میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اسکے مقابل پر امن سے سو رہوں

اوراس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اوراگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ ودانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔

اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اسکی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔

کوئی سچا مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری ؤنخسققٗرسق٦ ذورنہ ہو جائیں خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونیکی علامت ہے، اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھالینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں۔۔۔''

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

جلسہ سالانہ کے شرکاء کے لئے دعائیں:

''ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ ان کیساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم وغم دور فرماوے اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مُرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل ورحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔

اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔ ''

(اشتہار 7 دسمبر 1892 مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 342)

''اس جلسہ پر جسقدر احباب محض لِلّٰہ تکلیف سفر اُٹھا کر حاضر ہوئے خُدا اُن کو جزائے خیر بخشے اور اُنکے ہر یک قدم کا ثواب اُنکو عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔''

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351-352)

(مجموعہ اشتہارات، جلد اول صفحہ 302-304)

(ماخوذ از ''جلسہ سالانہ'' مرتبہ مولانا عطاء المجیب راشد امام مسجد فضل لندن)

استغفار کے ثمرات

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو استغفار کرتا ہے اسے وہ رزق میں کشائش دیتا ہے۔''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، صفحہ 20)

''استغفار بہت کرو اس سے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اولاد بھی دے دیتا ہے۔ یاد رکھو یقین بڑی چیز ہے جو شخص یقین میں کامل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ خود اس کی دستگیری کرتا ہے۔''

(الحکم جلد 40، 31 جنوری 1901 صفحہ 11)

''استغفار کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ موجودہ نور جو خدا سے حاصل ہوا ہے وہ محفوظ رہے اور زیادہ اور ملے۔''

(البدر جلد 3 نمبر 34، 8 ستمبر 1904 صفحہ 3)

''جب احساناتِ الٰہیہ کی کثرت آکر غلبہ کرتی ہے تو روح محبت سے پُر ہو جاتی ہے اور وہ اُچھل اُچھل کر استغفار کے ذریعہ اپنے قصورِ شکر کا تدارک کرتی ہے۔۔۔ وہ (خدا کے برگزیدہ لوگ) اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تصور کر کے استغفار کرتے ہیں کہ شکر نہیں کر سکتے۔ یہ ایک لطیف اور اعلیٰ مقام ہے۔''

(الحکم جلد 8 نمبر 15، 10 مئی 1904ء صفحہ 2)

''مغفرت کے اصل معنے یہ ہیں نا ملائم اور ناقص حالت کو نیچے دبانا اور ڈھانکنا۔ سو بہشتی اس بات کی خواہش کریں گے کہ کمالِ تام حاصل کریں اور سراسر نور میں غرق ہو جائیں۔ وہ دوسری حالت کو دیکھ کر پہلی حالت کو ناقص پائیں گے۔۔۔ پھر تیسرے کمال کو دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ دوسرے کمال کی نسبت زیادہ مغفرت ہو۔۔۔ اسی طرح غیر متناہی مغفرت کے خواہشمند رہیں گے۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لئے پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

بعض لوگ جو یہاں آتے ہیں اور رہتے ہیں ان کو ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جوان کی اپنی پیدا کردہ مشکلات سمجھنی چاہئیں، مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے چارپائی نہیں ملی یا روٹی کے ساتھ دال ملی۔ میں ایسی باتوں کو جب سنتا ہوں تو اگرچہ مجھے ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے جوان خدمات کے لئے مقرر ہیں، مگر اس سے زیادہ افسوس اُن پر ہوتا ہے جو ایسی شکایتیں کرتے ہیں! میں ان سے پوچھوں گا کہ کیا وہ اس قدر تکلیف سفر کی برداشت کر کے روٹی یا چارپائی کیلئے آتے ہیں؟ یا ان کا مقصد کچھ اَور ہوتا ہے؟ میرے ایک پیر شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ میں رہا کرتے تھے، ایک شخص ہجرت کر کے مدینہ میں آیا۔ پھر اُس نے اُن سے کہا کہ مَیں یہاں نہیں رہتا۔ کیونکہ لوگ شرارتی ہیں۔ شاہ صاحب نے اس کو کہا کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آئے تھے۔ تو وہ تو ویسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے یقین کیا تھا اور اگر عربوں کیلئے آئے تھے تو وہ بیشک ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو! پس مَیں بھی اُن احمقوں سے یہی کہوں گا جو اسی قسم کی شکایتیں کرتے ہیں کہ اگر تم اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے معلّم کے لئے آئے تھے تو وہ اپنے خُلقِ عظیم کے ساتھ ویسا ہی موجود ہے! اور اگر ہمارے لئے آئے ہو تو ہم ایسے ہی ہیں! کیا کھانا، کپڑا، چارپائی گھر میں نہیں ملتی تھی جو اس قدر تکلیف اٹھا کر اسی روٹی کے واسطے یہاں آئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو لوگ آتے تھے ان کیلئے جانتے ہو کوئی مہمان خانہ تجویز ہوا ہوا تھا یا کوئی لنگر خانہ جاری تھا؟ کوئی نہیں! پھر بھی لوگ آتے تھے اور کوئی شکایت نہ کرتے تھے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آتے تھے اور وہی انکی غرض ہوتی تھی! غرض یہاں آؤ! نہ اس لئے کہ روٹی یا بستر ملے! بلکہ اس لئے کہ تمہاری بیماریوں کا علاج ہو۔ تم خدا کے مسیح اور مہدی سے فیض حاصل کرو!! ہماری بابت کچھ بھی خیال نہ کرو۔ ہم کیا اور ہماری ہستی کیا؟ ہم اگر بڑے تھے تو گھر رہتے! یا کباز تھے تو پھر امام کی ہی کیا ضرورت تھی! اگر کتابوں سے مقصد حاصل ہو سکتا تھا تو پھر ہمیں کیا حاجت تھی! ہمارے پاس بہت سی کتابیں تھیں! مگر نہیں ان باتوں سے کچھ نہیں بنتا!

دیکھو ایک دردِ سر کا بیمار ایک کھانسی والے بیمار کے پاس ہو اور وہ ساری رات کھانستا رہے اور اس کو تکلیف ہو اور اس کی شکایت کرے تو یہ شکایت بے جا ہوگی۔ وہ خود مریض ہے۔ اسی طرح پر ہم جس قدر یہاں ہیں اپنے اپنے امراض میں مبتلا ہیں اگر ہم تندرست ہو کر کسی مریض کو دُکھ دیں تو البتہ ہم جواب دہ ٹھہر سکتے تھے لیکن جبکہ خود مبتلائے مرض ہیں اور یہاں علاج ہی کیلئے بیٹھے ہیں تو پھر ہماری کسی حرکت سے ناراض ہونا عقلمندی نہیں ہے! پس ہمارے سبب سے ابتلاء میں مت پڑو! جو لوگ ابتلاؤں سے گھبراتے ہیں مَیں سچے دل سے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے نہ آیا کریں! اور اگر ہماری کوئی تقریر ان کو پسند نہ آوے، تو وہ یہ سمجھیں کہ ہم مامور نہیں! صادق مامور ایک ہی ہے۔ جو مسیح اور مہدی ہو کر آیا ہے!! پس خدا سے مدد مانگو! ذکر اللہ کی طرف آؤ! جو فحشاء اور منکر سے بچانے والا ہے۔ اسی کو اسوہ بناؤ۔ اور اسی کے نمونہ پر چلو۔ ایک ہی مقتداء اور مطاع اور امام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اسی سے پیوند کریں! آمین

(الحکم 10 مارچ 1903، صفحہ 2، 3)

بہادر وہ ہے جو اپنے غصہ پر قابو پالے

ایک دفعہ لوگ ایک وزنی پتھر اٹھانے کا مقابلہ کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ کیا کر رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: پتھر اٹھانے کا مقابلہ ہے پتہ چلے کہ قوی کون ہے؟ رسولِ کریم ؐ نے فرمایا کہ دیکھو طاقتور تو وہی ہے جو اپنے نفس پر غصہ کی حالت میں قابو پا جائے ورنہ ظاہری طاقت کے کوئی معنے نہیں۔ آنحضرت ؐ کے اثر سے آپؐ کے صحابہ میں بھی (صبر کی) غیر معمولی طاقت پیدا ہوگئی تھی۔ حضرت علیؓ کے متعلق آتا ہے کہ انہیں اپنے غصے پر بہت قابو تھا۔ ایک دفعہ ایک بہت بڑے پہلوان سے آپ کا جنگ میں مقابلہ ہوا۔ آپ نے اس کو پچھاڑ لیا۔ قریب تھا کہ اسے قتل کر دیتے۔ اس نے اس وقت آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے حیرت سے کہا کہ آپ مجھے چھوڑ کر کیوں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں بڑی مشکل سے آپ نے مجھ پر قابو پایا تھا۔ آپ نے کہا کہ پہلے خدا کی خاطر تجھ سے لڑ رہا تھا۔ اب میرا نفس شامل ہو گیا ہے۔ مجھے غصہ آ گیا تھا تمہارے تھوکنے پر۔ اس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ اس پر وہ شخص اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا سفر کے آداب سے متعلق پُر معارف خطبہ جمعہ

بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے

آنحضرت ﷺ سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور وہاں دو رکعت نفل نماز پڑھتے

یہ ہمیشہ مدّ نظر رہنا چاہیئے کہ سفر شروع کرتے وقت بھی اور سفر کے دوران بھی اور واپسی پر بھی اللہ تعالیٰ کا خوف اور اسکی عبادت سب سے اوّل ہے۔

فرمودہ مؤرخہ 25 جون 2004 بمقام مسی ساگا اونٹاریو، کینیڈا

تشہد اور تعوّذ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورہ الفاتحہ کی تلاوت کی اور بعدازاں فرمایا کہ:

''انسان دنیا میں مختلف مقاصد کیلئے سفر کرتا ہے اور اس زمانے میں جب سفر کی بہت سی سہولتیں بھی میسر آ گئی ہیں اور اِن سفر کی سہولتوں کی وجہ سے فاصلے بھی سمٹ گئے ہیں اور اِن سہولتوں اور اِن فاصلوں کے سمٹنے کی وجہ سے اکثر لوگ اپنے کاموں کے لئے اکثر سفروں میں رہتے ہیں۔ جو ۲۰۔۲۵ میل کا فاصلہ پرانے زمانے میں سفر کہلاتا تھا اب سفر بھی نہیں کہلاتا لیکن بہرحال اُس لحاظ سے یہ سفر ہی ہے۔ تو یہ سفر جو مختلف مقاصد کے لئے کئے جاتے ہیں چاہے وہ کاروباری نوعیت کے ہوں، چاہے عزیز رشتہ داروں کے ملنے کیلئے ہوں، چاہے تحصیل علم کے لئے ہوں، چاہے اللہ تعالیٰ کی پیدائش پر غور کرنیکے لئے تحقیق کیلئے ہوں، چاہے دینی اغراض کیلئے ہوں، جو بھی مقصد ہو مؤمن کو ہمیشہ یہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ ان سفروں میں کبھی بھی ایسا وقت نہ آئے چاہے جو بھی مجبوری ہو کہ اسکا دل تقویٰ سے خالی ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے خالی ہو۔

آپ لوگ یہاں جو اسوقت بیٹھے ہیں ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے حالات کی مجبوری کے تحت پاکستان سے ہجرت کی اور ایک خطیر رقم خرچ کرکے، بہت بڑے اخراجات کرکے اور ایک لحاظ سے اپنے تمام دنیاوی وسائل داؤ پر لگا کر یہاں آ کر اس ملک آباد ہوئے ہیں۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جن کو شروع میں آ کر بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حالات بہتر فرما دئے۔ پھر ایسے بھی ہیں جن کو یہاں کی حکومت کی پالیسی کی وجہ سے حکومت کے احسان کی وجہ سے یہاں کی شہریت یا کام کرنے کی اجازت مل گئی۔ تو بہرحال یہ سفر اکثر کیلئے کامیابی کا موجب بنے، کامیابی کا باعث بنے۔ تو جسطرح اپنے case پاس ہونے سے پہلے آپ نے اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکائے رکھا، اس سے مدد مانگتے رہے۔ خود بھی دعائیں کرتے رہے اور دوسروں کو بھی دُعا کیلئے کہتے رہے، ایک درد اور ایک تڑپ آپکے دلوں میں پیدا ہوتی رہی، اللہ تعالیٰ کا خوف دلوں میں رہا، اس طرح اب بھی یہ خوف یہ تقویٰ دلوں میں قائم رہنا چاہیئے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت ساری سہولتوں سے نوازا دیا ہے۔ اب یہاں آ کر بھی آپکو اپنے کاروباری سلسلوں میں مختلف سفر کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے تو ہمیشہ یہ پیشِ نظر رہنا چاہیئے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جانا چاہیئے کہ اب دنیاوی سہولتیں اور آسانیاں جو میسر آ گئی ہیں کہیں تقویٰ سے دُور نہ کر دیں۔ اگر اس سوچ کیساتھ اپنی زندگیاں گزارتے رہیں گے تو تقویٰ میں ترقی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب پاتے ہوئے دینی اور دنیوی دونوں میدانوں میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے انشاء اللہ۔ اسلئے ہمیشہ تقویٰ پر قائم رہیں ورنہ یاد رکھیں وہ خدا جس نے یہ سب نعمتیں دی ہیں ان کو واپس لینے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

پھر احمدی کی ہمیشہ یہ خصوصیت بھی رہی ہے یہ بھی امتیاز رہا ہے کہ وہ دین کی خاطر بھی سفر کرتا ہے۔ اجتماعوں پر، جلسوں پر خاص اہتمام کے ساتھ عموماً احمدی بڑے

ذوق اور شوق سے آتے ہیں اور آج آپ میں سے بہت بڑی تعداد اسلئے سفر کر کے یہاں آئی ہے۔ کچھ لوگ آ رہے ہیں کینیڈا کے مختلف شہروں سے بھی اور امریکہ سے بھی کہ اگلے جمعہ کو جو جلسہ سالانہ یہاں ہو رہا ہے، کینیڈا میں اس میں شمولیت اختیار کریں۔ تو یہ سفر آپکا خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر ہونا چاہیئے۔ اسکا تقویٰ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیئے کہ یہاں آ کر اپنے دلوں کو ایک دوسرے سے صاف کرنا ہے۔ ہر قسم کے لڑائی جھگڑے اور فساد سے بچنا ہے ان دنوں میں جلسے کی خاطر تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے سفر تبھی شمار ہو سکتا ہے جب اس سفر میں آپ ہر قسم کی بدکلامی سے پرہیز کرنے والے ہوں، نہ ہی مہمان اور نہ ہی میزبان ذرا ذرا سی بات پر اپنے آپے سے باہر نکلنے والے ہوں، نہ ہی کسی کا مذاق اڑانے والے یا استہزاء کرنے والے ہوں اور نہ ہی ایسی مجلسوں میں بیٹھنے والے ہوں جہاں لوگوں کا ہنسی ٹھٹھا اُڑایا جا رہا ہو، نہ ہی فضول قصے کہانیاں اور لغو اور بیہودہ باتوں کی مجلسوں میں بیٹھنے والے یا ان میں شامل ہونے والے ہوں یا رات گئے تک لمبی مجلسیں لگا کر گپیں مارنے والے ہوں کہ صبح کی نماز پر آنکھ ہی نہ کھلے۔ ویسے بھی فضول مجلسیں دلوں کو زنگ آلود کر دیتی ہیں۔ تو نہ صرف ایسی مجلسوں میں شامل نہیں ہونا بلکہ ایسی مجلسیں لگانے والے احمدیوں کو بھی سمجھا کر ایسی مجلسوں کو ختم کرانے کی کوشش کرنی ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بھی محروم کر دینگی اور پھر دل تقویٰ سے خالی ہو جائیں گے۔ تو یہ تو کسی صورت میں بھی کسی فیملی کیلئے برداشت نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے اسکا دل خالی ہو جائے۔

یاد رکھیں کہ جب انسان یوں تقویٰ سے خالی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دُور چلا جاتا ہے تو پھر یہ نہ سمجھیں کہ آپکے دنیاوی بندھن اور رشتے قائم رہینگے۔ پھر دنیاوی رشتوں اور تعلقات میں بھی دراڑیں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی ٹوٹنے شروع ہو جائینگے۔ اور ایک فساد کی صورت پیدا ہو جائے گی اس لئے ایسے سفر جو اللہ کے نام کی خاطر کئے جاتے ہیں ان میں بہت زیادہ تقویٰ کا خیال رکھیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں حج کرنیوالوں سے متعلق ارشاد فرمایا ہے وہاں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہی ہے۔ جیسا کہ فرمایا

"فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى"

(البقرہ:198)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف حج پر جانے والوں کی زادِ راہ جو ہے وہی جمع کریں اور تقویٰ پر قائم ہو جائیں۔ یا ان کے لئے بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ بلکہ فرمایا کہ جو تمہارے سفر ہوں اور خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی خاطر سفر ہوں، دین کی خاطر ہوں ان میں بہت زیادہ تقویٰ کا خیال رکھو۔ اگر اس پر تم قائم ہو گئے تو اپنی ذاتی اصلاح کا بھی موقعہ ملے گا اور اسطرح تم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے بھی ہو گے۔ اللہ تعالیٰ سے تمہارا اخلاص کا تعلق بڑھے گا، اسکی معرفت زیادہ سے زیادہ حاصل ہوگی اور پھر اس طرح سے تمہاری اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے انسانوں سے بھی محبت بڑھے گی اور جب یہ چیزیں پیدا ہو جائینگی تو پھر تمہارا یہ معاشرہ یقیناً جنت نظیر معاشرہ کہلانے کا مستحق ہو جائے گا۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ دنیا میں لڑائی، جھگڑے، فساد اس وقت زیادہ بڑھتے ہیں جب انسان دوسرے انسان پر بھروسہ کرتا ہے یا بھروسہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ انسانوں سے زیادہ توقعات رکھتا ہے اللہ کے بجائے انسانوں پر توقعات ہوتی ہیں۔ ان پر زیادہ امیدیں لگا کر بیٹھا ہوتا ہے۔ تو جب اس سوچ کے ساتھ کسی کے گھر مہمان بن کر آئیں گے یا جائیں گے تو مہمانوں میں بھی اور میزبانوں میں بھی ہمیشہ بدظنیاں پیدا ہوں گی اور رنجشیں پیدا ہونگی اور ہمارے معاشرے میں تو بعض طبیعتیں کچھ زیادہ ہی اس کو محسوس کر لیتی ہیں اور دلوں میں رنجشیں پالتے رہتے ہیں۔ یہ سب تقویٰ کی کمی ہے اور اس کے علاوہ تو کچھ نہیں ہے یہ۔

بعض لوگ جو عقلمند ہیں بڑا اچھا کرتے ہیں کہ اپنے چھوٹے خیمے لگا کر رہائش کا بندوبست کر لیتے ہیں۔ مجھے نہیں پتہ کہ یہاں یہ انتظام ہے کہ نہیں اور پھر جو صاحبِ استطاعت ہیں وہ اپنے caravan بھی لیکر آ جاتے ہیں اور بڑی اچھی بات ہے یہ، آزادی سے رہتے ہیں۔ تو انتظامیہ کی طرف سے صرف خیموں کیلئے اور caravan کے لئے جگہ مہیا کرنے کا انتظام ہونا چاہیے۔ ان کا فرض بھی ہے یہ کہ وہ مہیا کریں اگر ایسے لوگ یہ چاہتے ہوں۔ یورپ میں تو اس کا بہت رواج ہو گیا ہے۔ اور کھانا تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا لنگر خاص طور پر چلتا ہی رہتا ہے ان دنوں میں۔ اسکا مسئلہ کوئی نہیں وہ تو مہیا ہو ہی جاتا ہے۔ اور انتظامیہ کا فرض بھی ہے کہ مہمانوں کا خاص طور پر ان دنوں میں خیال رکھیں کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مہمان بن کر یہ آ رہے ہیں۔

تو سفر کی بات مَیں کر رہا تھا کہ سفر جو بھی ہو بہر حال سفر ہوتا ہے اسلئے جو بھی انتظام ہو، جتنا مرضی بہترین انتظام ہو کچھ نہ کچھ اُس میں ایسی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو بعض دفعہ تکلیف کا باعث بن جاتی ہیں۔ اسلئے مسافروں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے سفر میں آسانی کے لئے ہمیشہ خیر مانگتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ ہمیشہ یہ سفر آرام سے گزریں

جس قسم کے مرضی سفر ہوں۔ایک روایت میں آتا ہے،حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! میں سفر پر روانہ ہونا چاہتا ہوں، مجھے زادِراہ عطا کیجئے۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کی زادِراہ عطا کرے۔اس نے عرض کی یارسول اللہ مجھے کچھ اور بھی دُعا دیجئے۔اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا اللہ تیرے گناہوں کو بخش دے۔اس نے عرض کی (ابھی بھی تسلی نہیں ہوئی اس کی) کہ میرے والدین آپ پر قربان جائیں مجھے کچھ اور دعا بھی دیجئے۔اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خیر آسان کردے۔تو دیکھیں اس صحابی نے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ سے کتنی جامع دعا منگوائی کہ سفر میں ہمیشہ ایسے حالات رہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی خیر اور فضل ملتا رہے۔اگر یہ ملتا رہا تو مجھے تقویٰ پر چلنے میں بھی آسانی رہیگی۔میرے دل میں اس کا خوف اور خشیت بھی قائم رہیگی۔اور جب یہ قائم ہوجائے تو گناہوں سے بھی انسان بچتا رہتا ہے۔اسلئے سفر میں خاص طور پر یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اے اللہ تقویٰ بھی تیرے فضل سے حاصل ہوتا ہے اسلئے ہمیشہ اپنا فضل فرما۔ایسے حالات بھی پیدا نہ ہوں کہ میں دوسروں پر انحصار کر کے دل میں شکوے پیدا کرنیوالا بنوں۔اور تقویٰ سے دُور ہوجاؤں۔اس لئے اپنی جناب سے ہی مجھے ہر خیر مہیا فرماتا رہے۔اسی قسم کی دعا حضرت موسیٰؑ نے بھی اللہ تعالیٰ سے سفر میں مانگی تھی:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ O

(القصص:25)

اے اللہ! میں تو مسافر آدمی ہوں۔تو ہی مجھے ہر خیر عطا فرماتا رہے میں تو تیرا ہی محتاج ہوں اور محتاج رہنا چاہتا ہوں۔اور تیرے بغیر مَیں ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔

پھر ایک روایت میں ہے حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں سفر پر جانا چاہتا ہوں آپ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔آپ نے فرمایا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، جب بھی بلندی پر چڑھو تکبیر کہو۔وہ آدمی واپس ہوا تو آپ نے دعا کی اے اللہ! اس کی دُوری کو لپیٹ دے یعنی اس کا سفر طے کردے اور اسکا سفر آسان کردے۔تو ایک تو یہ سبق اس میں ہے کہ جب بھی سفر پر روانہ ہوں پہلے دعا کر کے چلنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہر سفر کی مشکل اور پریشانی اور صعوبت سے بچائے، تکلیف سے بچائے۔آنحضرت صلعم نے ہمیں سفر کرنے کے بارے میں جو طریق سکھلائے، ان میں سے کچھ بیان کرتا ہوں۔جیسا کہ ایک یہی ہے کہ ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعا کر کے چلنا چاہیئے۔پھر سفر میں جو دعا مانگے وہ دعا بھی ہمیں سکھا دی کہ سفر شروع کرنے سے پہلے جب سواری پر بیٹھ جائیں تو تین بار تکبیر کہتے ہوئے یہ دعا مانگیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ O
وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ O

(الزخرف: 15,14)

یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع فرمان کیا حالانکہ ہم اسے قابو میں رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔اور ہم اپنے رب کی طرف ہی جانے والے ہیں۔

پھر اور آگے دعائیں ہیں کہ اے ہمارے خدا! ہم تجھ سے اپنے سفر میں بھلائی اور تقویٰ چاہتے ہیں، تو ہمیں ایسے نیک عمل کرنے کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں۔اے ہمارے خدا! تو ہی ہمارا یہ سفر آسان کردے اور اسکی دوری کو لپیٹ دے۔اور اے ہمارے خدا! تو سفر میں ہمارے ساتھ ہو اور پیچھے گھر میں بھی خبر گیر ہو۔اے ہمارے خدا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی سختیوں سے، ناپسندیدہ اور بے چین کرنے والے مناظر سے، مال اور اہل وعیال میں برے نتیجے سے اور غیر پسندیدہ تبدیلی سے۔پر جب آپ سفر سے واپس آتے تو یہی دعا مانگتے اور اس میں یہ زیادتی فرماتے کہ ہم واپس آئے ہیں توبہ کرتے ہوئے، عبادت گزار اور اپنے رب کی تعریف میں رطب اللسان بن کر یعنی اُسی کی تعریف کرتے رہتے ہیں ہم۔تو دیکھیں کیسی جامع دعائیں ہیں۔اس زمانے میں اگر اونٹ اور گھوڑے کی سواری تھی، اس کو سدھایا جاتا تھا تو سوار بھی تو سواری سیکھتا تھا، جس کو سواری آتی تھی وہی بیٹھ سکتا تھا ان سواریوں پر ورنہ اناڑی سوار کو تو یہ سواریاں فوراً نیچے پھینک دیں۔اور آجکل بھی جو سواریاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی عقل دی ہے کہ وہ ایسی سواریاں بنائے اور پھر اُن کے استعمال کی عقل بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔اور یہ سہولت والی سواریاں پیدا فرمائیں۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سواری پر بیٹھو اور سفر میں بھی لوگوں کی باتیں اور چغلیاں آپس میں کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے رہو، اس سے بھلائی مانگو اور اس سے ڈرتے رہو اور سفر کے خیریت سے کٹ جانے کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو۔

یہ دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سفر میں بھی ہماری حفاظت فرمائے، ہر قسم کے حادثے سے ہمیں بچا کر رکھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہو تو انسان ہر شر سے محفوظ رہتا ہے۔ جتنا مرضی کسی کے زعم میں ہو کہ ہماری نئی گاڑی ہے، بڑی اعلیٰ گاڑی ہے بڑی مضبوط گاڑی ہے۔ اور اس کے اوپر ہم بڑا انحصار کر سکتے ہیں، بڑا اعتماد کر سکتے ہیں۔ کبھی سواری پر اعتماد یا انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ ایک پرزہ بھی ڈھیلا ہو جائے، بعض دفعہ (گاڑی) فیکٹری سے نکل کر آتی ہے تو پُرزہ ڈھیلا ہوا ہوتا ہے یا چلانے والے کو ہلکا سا نیند کا جھونکا ہی آ جائے یا دوسری سواری جو سڑک پر ہے اسکی کوئی غلطی ہو جائے تو کوئی بھی حادثہ یا واقعہ پیش آ سکتا ہے۔ اس لئے مؤمن کا تو کوئی قدم بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں اٹھ سکتا۔ کوئی لمحہ بھی اس کے فضل کے بغیر نہیں گذر سکتا۔

پھر سفر میں اگر گھر کے کچھ لوگ آئے ہیں یا اکیلا ہی آیا ہے تو اس سفر میں بھی یہ دعا مانگتے رہنا چاہئے کہ اے خدا! پیچھے بھی خیر رکھنا۔ یا تمام گھر والے بھی اگر سفر پہ ہوں تو مال واسباب اور سامان وغیرہ گھر کا گھر میں ہوتا ہے تو اسلئے پیچھے (کے لئے) بھی خیر کی دعا مانگتے رہنا چاہئے۔ یہاں تو ان ملکوں میں گھروں میں لکڑیوں کا استعمال بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ کئی واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ گھر والے کہیں گئے ہوئے ہیں اور short circuit ہوا بجلی کا اور واپس آئے ہیں تو گھر راکھ کا ڈھیر بنا ہوا ہے۔ اسلئے ہمیشہ سفر میں بھی دعاؤں میں رہنا چاہئے۔ مؤمن کا تو ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے بغیر نہیں گذر سکتا۔ پھر سفر میں بھی ایسے مناظر دیکھنے کو مل جاتے ہیں جو انسان کی طبیعت پر برا اثر ڈالتے ہیں۔ کوئی ایکسیڈنٹ ہی دیکھ لیا، طبیعت پر ایک بوجھ پڑ جاتا ہے اس سے۔ تو آنحضرتؐ ہمیشہ خود بھی دعا کرتے تھے اور ہمیں بھی یہی حکم ہوا کہ جب بھی سفر پر ہو تو دعائیں مانگتے رہو اور سفر سے واپس آؤ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ توبہ کرتے ہوئے گھر میں داخل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ دو تا کہ ہمیشہ اسکا فضل شاملِ حال رہے۔

حدیث میں آتا ہے حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جب تین آدمی سفر پر جائیں تو اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کر لیں۔ اب بعض لوگ گروپوں کی شکل میں نکلتے ہیں تو اپنا امیر مقرر کر لیں اور یہ بات ہمیشہ پیشِ نظر رہنی چاہئے کہ امیر ضرور مقرر کیا جائے اور پھر جب امیر مقرر کر لیا آپ نے تو اس کو مشورہ تو ضرور دیں اور دینے کا حق رکھتے ہیں آپ لیکن اگر وہ شریعت کے خلاف کوئی بات نہیں کر رہا تو اسکی ہر بات بھی ماننی پڑے گی۔ اور بچوں میں یہ روح پیدا کرنے کے لئے کہ یہ اللہ کے رسول کا حکم ہے کہ امیر مقرر کرو سفروں میں۔ بچوں کے ساتھ بھی جب سفر کریں تو باپ یا جو بھی بڑا ہو اس خاندان کا یا جس کو بھی آپ امیر بنائیں تو بتائیں کہ یہ امیر ہے اور اُس کی بات ماننی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے بتایا ہے کہ امیر ہونا چاہئے سفروں میں۔ جب بچوں کو اس طرح training دیں گے آپ تو بچوں کو بچپن سے ہی نظامِ جماعت سے اطاعت کی بھی عادت پیدا ہو جائے گی۔ اور سفر سفر میں ہی ایک سبق مل جائے گا بچوں کو۔

پھر ایک روایت ہے، حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور وہاں دو رکعت نفل نماز پڑھتے۔ جیسا کہ پہلے بھی بتایا ہے میں نے کہ آپؐ نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ سفر سے واپسی پر توبہ کرتے ہوئے، اللہ کی تعریف کرتے ہوئے، اسکا شکر ادا کرتے ہوئے اور اس سے دعائیں مانگتے ہوئے گھروں میں داخل ہو جاؤ۔ تو اس حدیث نے یہ نمونہ دیا کہ سفر سے واپس آ کر دو نفل مسجد میں ادا کرتے تھے۔ اب دیکھ لیں کیا ہوتا ہے ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے سکتا ہے، اپنا محاسبہ کر سکتا ہے کہ نفل تو علیحدہ رہے، بہت سے ایسے ہیں جو سفر سے واپس آ کر بچوں میں یا دوسرے گھریلو معاملات میں یا اپنی مجلسوں میں اتنے کھو جاتے ہیں، دنیاوی معاملات میں اتنے زیادہ گم ہو جاتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ آجکل کا سفر اُس زمانے کے سفر کے لحاظ سے بہت آرام دہ ہے۔ کوئی مقابلہ ہی نہیں اس زمانے کے سفر کے ساتھ لیکن پھر بھی جو فرض نمازیں ہیں وہ بھی قضا کر کے پڑھتے ہیں یا پڑھتے ہی نہیں، اور تھکاوٹ کا بہانہ بنا لیتے ہیں۔ اگر ہر کوئی اپنا اپنا جائزہ لے تو بڑی واضح تصویر سامنے آ جائیگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سب سُستیاں دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے کیونکہ وہ تمہارے کھانے پینے اور سونے میں روک بنتا ہے۔ پس چاہئے کہ مسافر جب اپنا کام مکمل کر لے تو اپنے اہل کی طرف واپسی کے لئے جلدی کرے۔ آجکل بھی آپ دیکھ لیں کہ باوجود اسکے کہ سفر میں بہت سی آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جہازوں، کاروں اور گاڑیوں وغیرہ کے ذریعے ہم ہزاروں سینکڑوں میل کے سفر گھنٹوں میں طے کر لیتے ہیں لیکن اس کے باوجود گھر سے بے گھر ہو کر disturb ضرور ہوتے ہیں۔ آدمی کی وہ routine نہیں رہتی جو اپنے گھر میں ہوتی ہے۔ کھانے کے اوقات میں یا اسکی پسند میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ بعض مریضوں اور خوراک کے معاملے میں خاص مزاج رکھنے والے لوگوں کے

لئے تو بہت دقّت پیدا ہو جاتی ہے سفروں میں۔ پھر اوقات کی پابندی نہ ہونے کی وجہ سے وقت کی پابندی نہ ہونے کی وجہ سے نمازوں کی ادائیگی میں باقاعدگی نہیں رہتی۔ سونے جاگنے میں باقاعدگی نہیں رہتی۔ جن کو فجر کی نماز وقت پر پڑھنے کی عادت بھی ہو وہ بھی بعض دفعہ سفر کی وجہ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور نماز چُھٹ جاتی ہے۔

بعض لوگ جس طرح کہ پہلے میں نے کہا کہ رات دیر تک مجلسیں لگانے کی وجہ سے ان کی نمازیں قضاء ہو جاتی ہیں۔ تو جب اللہ کے حقوق ادا نہ ہو رہے ہوں تو پھر سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہی بن جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت خولہ بنت حکیمؓ بیان کرتی ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی مکان میں رہائش اختیار کرتے یا کسی جگہ پر پڑاؤ ڈالتے وقت یہ دعا مانگے کہ میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں اور اُس شر سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے پناہ چاہتا ہوں، اس (دُعا) کے آپؐ کے عربی میں الفاظ یہ ہیں:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

(مسلم، موطا، ترمذی)

فرمایا کہ جب یہ دعا مانگو گے تو اس شخص کے یہاں کی رہائش ترک کرنے یا اس جگہ سے کُوچ کرنے تک اُسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ تو سچی نیت سے تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے جب مؤمن سچے دل سے یہ دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ضمانت دیتے ہیں کہ تم ہر شر سے محفوظ رہو گے۔ تو اس سفر میں بھی جو آپکا خالصۃً لِلّٰہی سفر ہے اور آئندہ بھی ہر قسم کے سفر میں اس دعا کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ دعاؤں پر زور دیں اور ہمیشہ سفروں میں دعاؤں پر زور دیتے رہیں کہ مسافر کی سفر کی دعائیں بھی بہت قبول ہوتی ہیں۔

ایک روایت ہے کہ تین دعائیں ایسی ہیں آپؐ نے فرمایا جو قبولیت کا شرف پاتی ہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی بیٹے کے بارہ میں بد دعا۔ یہ تو فرمایا کہ سفر میں دعائیں مانگو اور یہ بھی ہمیں بتا دیا کہ کیا کیا دعائیں مانگو۔ کچھ میں بتا آیا ہوں پہلے۔ ایک اور بھی روایت ملتی ہے ان دعاؤں کے بارہ میں کہ کیا دعا مانگنی چاہیئے۔ فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ جب سفر کرتے اور رات ہو جاتی تو آپؐ دعا کرتے کہ اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں تجھ سے اور جو کچھ تیرے اندر ہے اس کے شر سے اور جو کچھ تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اس کے شر سے اور جو کچھ تیرے اوپر چلتا ہے اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں شیر اور اژدہا اور سانپ اور بچھو کے شر سے، اور شہروں کے رہنے والوں سے، اور بدی کا آغاز کرنے والے سے اور اس بدی سے جس کا اس نے آغاز کیا ہے۔

تو دیکھیں کئی جگہ جب آدمی جاتا ہے تو بہت سے ناپسندیدہ واقعات ہو جاتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ان سب سے پناہ مانگی ہے۔ ان ملکوں میں آپ لوگ جو پاکستان سے آئے ہیں جو یہاں بھی سفر کرتے رہتے ہیں، دنیا میں کہیں بھی احمدی سفر کر رہے ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں تو بعض برائیاں حملہ آور ہوتی ہیں۔ ان سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ بہت زیادہ استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر یہاں پر بعض ماحول کی آزادی اور بعض ایسی غلط باتیں ہیں ان سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیئے۔ آپ کی روایات، آپ کے مذہب کی تعلیم یہی ہے کہ ان باتوں سے بچو۔ اپنی روایات کو قائم رکھو اور اس معاشرے کی برائیوں کا زیادہ اثر نہ لو۔ لیکن اکثر لوگ اثر لے لیتے ہیں اور پھر وہ جو کہتے ہیں کہ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ تو پھر نہ اپنی چال رہتی ہے اور نہ ہنس کی چال رہتی ہے۔ تو کسی معاشرے کی اچھائیاں اپنانا اچھی بات ہے بلکہ یہ مؤمن کی گمشدہ چیز ہے، متاع ہے لیکن ہر معاشرے کی جو برائیاں ہیں ان سے ضرور بچنا چاہیئے۔

اور یہ اچھائی اور برائی کی تمیز آپکو اس وقت ہوگی جب آپ کو دین کے بارہ میں بھی صحیح علم ہوگا۔ اس لئے اپنے دین کے سیکھنے میں بھی بہت غور کرنا چاہیئے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سفر کی غرض سے روانہ ہونے کے لئے سورج کے غروب ہو جانے سے رات کی سیاہی کے دور ہونے تک اپنے جانوروں کو نہ کھولو کیونکہ رات کی تاریکی میں شیاطین چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ رات کو سفر کرنے سے بچیں۔

یہاں بھی یورپ میں بھی دوسرے ملکوں میں بھی وقت بچانے کے لئے رات کو سفر کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ اور خاص طور پر جب کاموں سے فارغ ہو کر چاہے وہ دنیوی کام ہوں یا دینی مقاصد کے لئے سفر ہوں، اجتماعوں، جلسوں وغیرہ پر آنے جانے کے لئے اس طرح سفر کرنا چاہیئے کہ اگر انتہائی مجبوری بھی ہو تو کم از کم نیند پوری ہو جائے اور یہ تسلی ہو کہ راستہ بھی محفوظ ہے۔ بہت سے حادثات صرف نیند نہ لینے کی وجہ سے یا تھکاوٹ کی وجہ سے ہو جاتے ہیں اور ہم سب کی تکلیف کا باعث

بنتے ہیں۔

اس لئے ہمارے محسنِ اعظمؐ نے جو بظاہر چھوٹی چھوٹی نصائح ہمیں فرمائی ہیں ان کو ضرور پیشِ نظر رکھنا چاہیئے اوران کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ پھر حضرت صخرؓ غامدی کی روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! میری امت کے علی الصبح کئے جانے والے سفروں میں برکت رکھدے۔ اور پھر وہ کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ جب کسی سریّہ یا لشکر کو روانہ فرماتے تو اُسے دن کے پہلے حصے میں روانہ فرماتے اور صخرؓ اپنے بارہ میں، وہ ایک تاجر شخص تھے، کہتے تھے کہ وہ بھی اپنے تجارتی اموال دن کے پہلے حصہ میں روانہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے وہ مالدار ہو گئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا۔

پس کاروباری آدمی کا بھی جو سفر ہو وہ صبح صبح کرنا چاہیئے، کوئی بھی سفر ہو جلدی نکلنا چاہیئے کیونکہ صبح کے سفر شروع کرنے میں بہت برکت ہے۔ آدمی اس دُعا کا حقدار بن جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے لئے کی۔ لیکن یہ ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں اور یہ ہمیشہ پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ برکتیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہیں۔ اس لئے یہ ہمیشہ مدنظر رہنا چاہیئے کہ سفر شروع کرتے وقت بھی اور سفر کے دوران بھی اور واپسی پر بھی اللہ تعالیٰ کا خوف اور اسکی عبادت سب سے اوّل ہے۔

جب اس سوچ کے ساتھ آپ اپنے کاروباری سفر کرینگے تو ان میں پہلے سے بہت زیادہ برکت پڑے گی۔ کئی لوگ ملتے ہیں جو کاروبار کرتے ہیں یا ملازمتوں پر جاتے ہیں۔ باقاعدگی سے صُبح روزانہ اٹھنے والے بھی ہیں لیکن ان کا طریق یہ ہو گیا ہے کہ گھر سے نماز سے چند منٹ پہلے نکلے اور راستے میں کار چلاتے وقت ٹکریں مار کر گاڑی چلاتے چلاتے ہی نماز پڑھ لی۔ یا یہ بھی ہوتا ہے پھر ایسے لوگوں کا کہ کبھی نہیں بھی پڑھتے۔ یہ بالکل غلط طریق ہے۔ یا تو گھر سے نماز پڑھ کر دعا کر کے سفر شروع کریں یا راستے میں رُک کر نماز ادا کریں لیکن نماز کو نماز سمجھ کر پڑھنا چاہیئے نہ کہ جان چھڑانے کے لئے مجبوری کے تحت کہ جی نماز پڑھنی ہے تو گلے سے اتارو پورا کرنے کے لئے۔ اس طرح ٹکریں نہیں مارنی چاہئیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ اس طرح نہ پڑھو کہ لگے کہ مُرغی دانہ کھارہی ہے، صرف ٹکریں ہوں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنے سفروں کا کس طرح اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ان سفروں میں جو آپ نے بعثت سے پہلے زمانے میں حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب مرحوم کی اطاعت اور پیروی کا نمونہ دکھانے کیلئے کئے، آپ کے معمولات بہت مختصر تھے۔ کسی قسم کا سامان آپ ساتھ نہیں لیتے تھے۔ صرف وہی لباس ہوتا تھا جو آپ پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ اور ایک مختصر سا بستر، ایک لوٹا اور ایک گلاس بھی لے لیا کرتے تھے۔ اور جو بعثت کے بعد کے سفر ہیں ان کی نوعیت پھر تبدیل ہو گئی۔ اور سفروں میں چونکہ بہت سارے لوگ آپ کے ساتھ ہوتے تھے، قافلہ ہوتا تھا، ایک جماعت ساتھ ہوا کرتی تھی اسلئے آپکا معمول تھا کہ بہت سی موم بتیاں، مختلف قسم کی ادویات بھی ساتھ لیتے تھے۔ دیا سلائی وغیرہ تک ساتھ رکھا کرتے تھے تا کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہو تو تلاش نہ کرنا پڑے۔ اور چونکہ اس وقت، انہوں نے لکھا ہے کہ، سیاہی سے بھرے ہوئے pen کا رواج نہیں تھا اسلئے قلم، کاغذ، دوات یہ چیزیں بھی ساتھ رکھا کرتے تھے۔

لمبے سفروں میں جو تبلیغی سفر تھے عام طور پر حضرت امّ المؤمنین اور بچوں کو ساتھ رکھتے تھے۔ اور یکّے کی سواری میں اندر بیٹھا کرتے تھے جو تانگے کی سواری ہوتی ہے اور اس ریلوے کے سفر میں سیکنڈ کلاس میں ابتداً اور پھر تھرڈ اور انٹر میں سفر کیا کرتے تھے مگر آپ تھرڈ، انٹر یا سیکنڈ کی کوئی تمیز یا خصوصیت نہیں کرتے تھے لیکن صرف چونکہ ان کلاسوں میں toilet یعنی بیت الخلاء کی زیادہ سہولت ہوتی تھی اسلئے پسند کرتے تھے کہ اس کی ضرورت پڑتی تھی۔ اور عام طور پر آپکا طریق یہ تھا کہ علی الصبح سفر پر روانہ ہوتے اسی حدیث کی روشنی میں۔

پھر جب ریلوے سے سفر ہوتا تو ریل کے اوقات کے لحاظ سے بعد دوپہر بھی روانہ ہوتے۔ رات کے پہلے حصے میں سفر کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ پہلے حصے رات میں سفر کیا جائے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑی دیر آرام کر کے پھر سفر کرنا چاہیئے۔ وہی جو میں نے بات آپ کو کہی کہ کچھ دیر نیند پوری کر کے پھر سفر کرنا چاہیئے۔ اور ثابت نہیں ہے کہ رات کے ابتدائی حصے میں کبھی آپ نے سفر کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس سے میری مراد یہ ہے کہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے سفر کا آغاز رات کے ابتدائی حصے میں کیا ہو۔ ریل کے سفر میں بھی اس کو ملحوظ رکھتے تھے۔

پھر یہ کہ ایک روایت ہے، آخری روایت، حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے سیر و سیاحت کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت کی سیر و سیاحت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد ہے۔ اس حدیث میں ایک ہمیں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تمہارے جو بھی سفر ہیں ایک بات یاد رکھو کہ یہ سفر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں،

اسی غرض سے ہوں۔ سیر کرنے کے لئے بھی جب نکلو تو اللہ تعالیٰ کی پیدائش پر غور کرتے رہو۔مخلوق پر غور کرتے رہو،مختلف نظارے دیکھو، ان پر غور کرو۔ اور پھر تمہارا یہ سفر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والا، اس کی طرف لے جانے والا ہو۔ جہاد یہی نہیں کہ تلوار سے ہی جہاد کرنا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤ۔ تمہارے سفر میں اپنے نفس کے خلاف بھی جہاد ہے۔ ایسے موقعے پیدا ہوں تو اپنے آپ کو بھی تقویٰ پر قائم رکھو اور کبھی ایسا فعل سرزد نہ ہونے دو جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے دُور لے جانے والا ہو جائے۔ بلکہ تمہارے سفر میں اٹھنے والا قدم جو ہے تمہارا وہ اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے والا ہو۔ اور پھر اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ماننے والوں کا سب سے بڑا جہاد دعوت الی اللہ ہے۔ اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ اس کے لئے اپنے سفروں میں تبلیغ کے مواقع پیدا کرنے چاہئیں، ہر ایک کو مواقع پیدا کرنے چاہئیں۔ کاروباری سفر بھی اگر ہے تو جس جگہ بھی کاروبار کے لئے جائیں وہاں آپ کے نمونے اور آپکے طرزِ عمل کو دیکھ کر لوگوں کی توجہ آپ کی طرف ہو۔ اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کریں کہ آپ کے اندر ایک پاک روح نظر آتی ہو لوگوں کو جس کو دیکھ کر لوگوں میں خود بخود آپکے دین کی کشش پیدا ہو جائے، اسلام کی کشش پیدا ہو جائے۔

اگر دینی اجتماعات کے لئے سفر پر نکلے ہیں تو ان سفروں میں بھی ہر احمدی کی اندر کی طبیعت میں ایک روحانی انقلاب پیدا ہونا چاہیئے ان اجتماعوں کے بعد۔ پہلے سے بڑھ کر تقویٰ کے معیار قائم ہوں۔ اور ایسے اجتماع جو ہیں روحانی اجتماع اس میں ہر احمدی کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ایک جوش پیدا ہو جائے۔ یہی جہاد ہے۔ اللہ کرے کہ اس جلسہ میں آنے والا ہر احمدی اس جذبے کے تحت جلسہ میں شامل ہو اور یہ جلسہ ہر احمدی کے لئے بے انتہاء برکتوں اور رحمتوں اور فضلوں کو لانے والا بن جائے اور ہر احمدی میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا ہو جائے جس کا اظہار بھی نظر آتا ہو۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

آخر میں ایک افسوس ناک خبر ہے اسکے بارے میں ذکر کرونگا۔ حضرت صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کی ۲۱ رجون کو وفات ہوگئی تھی۔ آپ کی عمر نوے سال تھی۔ اِنَّـالِلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَيْـهِ رٰجِعُوْن ۔ بڑا لمبا عرصہ بیمار رہے آپ۔ ۱۹۱۴ء میں آپ پیدا ہوئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دوسرے بیٹے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کیساتھ سفروں میں کافی رہے ہیں اور پھر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ یونیورسٹی سے گریجوایشن کی، اسکے بعد آپ نے زندگی وقف کردی اور تحریکِ جدید میں حضرت مصلح موعودؓ نے لگایا تھا ان کو۔ اور بڑا لمبا عرصہ خدمتِ سلسلہ کی توفیق پائی ہے آپ نے۔ وکیل الصنعت، زراعت، وکیل التبشیر رہے ہیں بہت عرصہ، وکیل الدّیوان رہے، وکیل اعلیٰ رہے تحریکِ جدید کے اور پھر صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ بھی رہے۔ خلافتِ رابعہ کے دَور میں صدر مجلس تحریکِ جدید رہے۔ ابھی میں نمازوں کے بعد اُن کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ اُن کی مغفرت کے لئے درجات کی بلندی کے لئے دعا کریں۔ آپ کے دو بیٹے ہیں اور ایک بیٹی جو یہیں کینیڈا میں رہتی ہیں، امتہ الباقی عائشہ، اور ان کے خاوند ہیں ظفر نذیر صاحب اور بیٹے مرزا مجیب احمد صاحب اور ڈاکٹر مرزا خالد تسنیم صاحب۔ ڈاکٹر مرزا خالد تسنیم صاحب آجکل ربوہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہلِ ربوہ کی بڑی خدمت کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزاء دے اور ان سب کو صبر کی توفیق دے۔ میاں مبارک احمد صاحب میرے ماموں بھی تھے۔

کلامِ محمود

اے خدا! اے شہِ مکین و مکاں	قادر و کارساز و ربِّ عباد
دینِ احمدؐ کا تو ہی ہے بانی	پس تجھی سے ہماری ہے فریاد
احمدی اُٹھ کہ وقتِ خدمت ہے	یاد کرتا ہے تجھ کو ربِّ عباد
خدمتِ دیں ہوئی ہے تیرے سپرد	دُور کرنا ہے تو نے شرّ و فساد
تجھ پہ ہے فرض نصرتِ اسلام	تجھ پہ واجب ہے دعوت و ارشاد
خدمتِ دیں کے واسطے ہوجا	ساری قیدوں کو توڑ کر آزاد
دُشمنِ حق ہیں گو بہت لیکن	کام دے گی اُنہیں نہ کچھ تعداد
کفر و الحاد کے مٹانے کی	حق نے رکھی ہے تجھ میں استعداد
فتح تیرے لئے مقدر ہے	تیری تائید میں ہے ربِّ عباد
قصرِ کفر و ضلالت و بدعت	تیرے ہاتھوں سے ہوگا اب برباد
ہاں تری رہ میں ایک دوزخ ہے	جس میں بھڑکی ہے نارِ بغض و عناد
پر نہ لا خوف دل میں تو کوئی	کیونکہ ہے ساتھ تیرے ربِّ عباد

بے دھڑک اور بے خطر اس میں
کود جا کہہ کے ہر چہ بادا باد

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرتِ سیّدِ وُلدِ آدم ، صلی اللہ علیہ وسلّم
سب نبیوں میں افضل و اکرم ، صلی اللہ علیہ وسلّم
نام مُحمّد، کام مکرّم ، صلی اللہ علیہ وسلّم
ہادیِ کاملِ رَہبرِ اعظم ، صلی اللہ علیہ وسلّم
آپؐ کے جلوۂ حُسن کے آگے ، شرم سے نُوروں والے بھاگے
مِہروماہ نے توڑ دیا دَم ، صلی اللہ علیہ وسلّم
اِک جلوے میں آناً فاناً ، بھر دیا عالَم کردئے روشن
اُتّر دَکھّن پُورب پچّھم ، صلی اللہ علیہ وسلّم

اوّل و آخِر ، شارِع و خاتَم
صلی اللہ علیہ وسلّم

ختم ہوئے جب کُل نبیوں کے دَورِ نبوّت کے افسانے
بندہوئے عِرفان کے چشمے ، فیض کے ٹوٹ گئے پیمانے
تب آئے وہ ساقیٔ کوثر ، مَستِ مَئے عِرفان پیمبر
پیرِ مُغانِ بادۂ اطہر ، مَے نوشوں کی عید بنانے
گھِر آئیں گھنگھور گھٹائیں ، جھوم اُٹھیں مخمور ہوائیں
جُھک گیا ابرِ رَحمتِ باری ، آبِ حیاتِ نَوبرسانے
کی سیراب بُلندی پَستی ، زِندہ ہو گئی بستی بستی
بادہ کشوں پر چھا گئی مستی ، اِک اِک ظرف بھرا بَرکھانے

اِک برسات کرم کی پیہم
صلی اللہ علیہ وسلّم

چارہ گروں کے غم کا چارا ، دُکھیوں کا اِمدادی آیا
راہنما بے راہرووں کا ، راہبروں کا ہادی آیا
عارف کو عرفان سکھانے ، متقیوں کو راہ دِکھانے
جِس کے گیت زَبور نے گائے ، وہ سَردار منادی آیا
وہ جِس کی رَحمت کے سائے ، یکساں ہر عالَم پَر چھائے
وہ جِس کو اللہ نے خود اپنی ، رحمت کی رِدا دی ، آیا
صدیوں کے مُردوں کا مُحی ، صَلِّ عَلَیْہِ کَیفَ یُحْیِی
موت کے چنگل سے انسان کو دِلوانے آزادی آیا

جس کی دعا ہر زخم کا مرہَم
صلی اللہ علیہ وسلّم

شیریں بول ، انفاس مُطّہر ، نیک خصائل ، پاک شمائل
حامِلِ فرقاں ، عالِم و عامِل ، عِلم وعمل دونوں میں کامِل
جو اُس کی سرکار میں پہنچا ، اُس کی یُوں پلٹا دی کایا
جیسے کبھی بھی خام نہیں تھا ، ماں نے جَنا تھا گویا کامِل
اُس کے فیضِ نِگاہ سے وَحشی ، بن گئے حِلم سکھانے والے
مُعطی بن گئے شہرۂ عالم ، اُس عالی دربار کے سائل
نبیوں کا سرتاج ، ابنائے آدم کا معراج محمدؐ
ایک ہی جَست میں طے کرڈالے ، وَصلِ خدا کے ہفت مراحل

ربِّ عظیم کا بندۂ اعظم
صلی اللہ علیہ وسلّم

وہ اِحسان کا اَفسوں پھونکا موہ لیا دِل اپنے عَدُو کا
کب دیکھا تھا پہلے کِسی نے حُسن کا پیکر اِس خُو بُو کا
نَخْوت کو اِیثار میں بدلا ، ہر نفرت کو پیار میں بدلا
عاشقِ جان نثار میں بدلا ، پیاسا تھا جو خار لُہو کا
اُس کا ظُہور ظُہور خدا کا ، دکھلایا یوں نور خدا کا
بتکدہ ہائے لات و منات پہ طاری کردیا عالَم ہُو کا
توڑ دیا ظلمات کا گھیرا ، دور کیا ایک ایک اندھیرا
جَاءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا

گاڑ دیا توحید کا پرچم
صلی اللہ علیہ وسلّم

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا تحریک وقفِ عارضی سے متعلق پہلا تفصیلی اور پُرمعارف

خطبہ جمعہ فرمودہ 18 مارچ 1966

احباب جماعت سال میں دو سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ خدمت دین کے لئے وقف کریں

انہیں مختلف تربیتی کاموں کے لئے جماعتوں میں بھجوایا جائے گا، یہ بڑا اہم اور ضروری کام ہے اس کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے

گزشتہ رات ساڑھے بارہ بجے تک مجھے یہ توفیق ملی کہ میں دوستوں کے خطوط پڑھوں اور اس کے ساتھ ساتھ لکھنے والوں کے لئے دعا بھی کروں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق بھی عطا کی کہ میں اپنی کمزوری ناتوانی اور بے مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے طاقت مانگوں۔ ہمت طلب کروں اور توفیق چاہوں تا اس نے جو ذمہ داریاں مجھ پر ڈالی ہیں، انہیں صحیح رنگ میں اور احسن طریق پر پورا کرسکوں پھر میں نے جماعت کی ترقی اور احباب جماعت کے لئے بھی دعا کی بہت توفیق پائی صبح جب میری آنکھ کھلی تو میری زبان پر یہ فقرہ تھا کہ

اینا دیواں گا کہ تو رج جاویں گا

چونکہ گزشتہ رات کے پچھلے حصہ میں مَیں نے اپنے لئے بھی دعا کی تھی اور جماعت کے لئے دینی اور روحانی حسنات کے لئے پھر خلیفہ وقت کی سیری تو اس وقت ہوسکتی ہے جب جماعت بھی سیر ہو۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ اس فقرہ میں جماعت کے لئے بھی بڑی بشارت پائی جاتی ہے۔ سو میں نے یہ فقرہ دوستوں کو بھی سنا دیا ہے۔ تا وہ اسے سن کر خوش بھی ہوں۔ ان کے دل حمد سے بھی بھر جائیں اور انہیں یہ بھی احساس ہو جائے کہ انہیں اس رب سے جو ان سے اتنا پیار کرتا ہے کتنا پیار کرنا چاہیئے۔

اس وقت میں دوستوں کی خدمت میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خلیفہ وقت کا سرمایہ اور خزانہ وہ مال ہی نہیں ہوا کرتا جو قومی خزانہ میں موجود ہو بلکہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کے دلوں میں خلیفہ وقت کے لئے جو محبت اور اخلاص کا جذبہ اور تعاون کی روح پیدا کرتا ہے وہی خلیفہ وقت کا خزانہ ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا دیا ہے کہ میں وہ الفاظ نہیں پاتا جن سے میں اس کا شکریہ ادا کرسکوں۔ لیکن جہاں احباب جماعت مالی قربانیوں میں دن بدن آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ وہاں انہیں اپنے اوقات کی قربانی کی طرف بھی زیادہ متوجہ ہونا چاہیئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت کا ایک حصہ اس وقت بھی وقت کی قربانی میں قابلِ رشک مقام پر کھڑا ہے۔ میں نے خود باہر کی جماعتوں میں دیکھا ہے کہ بعض جماعتوں کے عہدیداران اپنے مختلف دنیوی کاموں سے فارغ ہونے کے بعد دو دو تین تین بلکہ بعض دفعہ پانچ پانچ چھ چھ گھنٹے روزانہ جماعتی کاموں کے لئے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا کرے۔ لیکن کسی مقام پر کھڑے ہو جانے سے کسی مذہبی اور روحانی سلسلہ کی تسلی نہیں ہوتی مومن کا دل ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ میں ایک دم کے لئے بھی کھڑا نہ ہوں۔ بلکہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاؤں پھر جماعت کا ایک حصہ ایسا بھی تو ہے جو وقت کی قربانی کی طرف زیادہ متوجہ نہیں۔ غرض وقت کی قربانی کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور اس کے لئے میں جماعت میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کے لئے جس جس جگہ بھجوایا جائے۔ وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں۔ اور ان کے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں۔ اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے انہیں بجالانے کی پوری کوشش کریں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض دوست مالی لحاظ سے زیادہ لمبا سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے جو دوست دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ میری اس تحریک کے نتیجہ میں وقف کریں وہ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیں کہ ہم مثلاً سو میل تک اپنے خرچ پر سفر کرنے کے قابل ہیں یا دو سو میل یا چار سو میل یا پانچ سو میل اپنے خرچ پر سفر کرسکتے ہیں۔ بہرحال جس قدر بھی ان کی مالی استطاعت ہو وہ ذکر کردیں تا انہیں اس کے مطابق مناسب جگہوں پر بھجوایا جاسکے۔ بڑے بڑے کام جو اِن دوستوں کو کرنے پڑیں گے اِن میں سے

ایک تو قرآن کریم ناظرہ پڑھنے اور قرآن کریم باترجمہ پڑھنے کی جو مہم جماعت میں جاری کی گئی ہے، اس کی انہیں نگرانی کرنا ہوگی اور اسے منظم کرنا ہوگا۔ دوسرے بہت سی جماعتوں کے متعلق ایسی شکایتیں بھی آتی رہتی ہیں کہ ان میں بعض دوست ایمانی لحاظ سے یا جماعتی کاموں کے لحاظ سے اتنے چست نہیں جتنا ایک احمدی کو ہونا چاہئے ان دوستوں سے ایسے احباب کی اصلاح اور تربیت کا کام بھی لیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ وہ ایسی جماعتوں کے ست اور غافل افراد کو چست کرنے کی کوشش کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اچھا احمدی ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اچھا شہری بھی ہو لیکن بہت سے دوست چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں جھگڑتے اور لڑتے رہتے ہیں اور یہ بات ایک احمدی کے لئے کسی صورت میں بھی مناسب نہیں۔ جب یہ جھگڑے اور لڑائیاں لمبی ہو جاتی ہیں تو جماعت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جن دوستوں کو اللہ تعالیٰ دو ہفتے سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ میری اس تحریک پر وقف کرنے کی توفیق دے انہیں ان باتوں کی طرف بھی توجہ دینا ہوگی۔ اور جماعت کے دوستوں کے باہمی جھگڑوں کو نپٹانے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہوگی۔ باہر سے جب دوست کسی جماعت میں جائیں گے تو طبعی طور پر وہاں کے مقامی احمدی خیال کریں گے کہ ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ہمیں ایک ایسے دوست کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا ہے جو ہماری مقامی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ دُور کے علاقہ سے ہمارے پاس آیا ہے اور اس طرح ایک فضا صلح کی پیدا ہو جائے گی۔

پھر بہت سے کام ایسے ہیں جو ایک طرف جماعتی ترقی کا باعث بن سکتے ہیں۔ تو دوسری طرف حکومت وقت کے ساتھ تعاون کا بھی ایک ذریعہ ہوتے ہیں۔ مثلاً آج کل پاکستان کی حکومت زرعی پیداوار بڑھانے کی طرف توجہ کر رہی ہے۔ تا ہمیں باہر سے غلہ نہ منگوانا پڑے اور ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ پس ایسے دوست جو زراعت کے ان مسائل کا علم رکھتے ہوں، یا وہ ان سے واقفیت حاصل کر لیں اور پھر وہ اپنا وقت بھی وقف کریں۔ وہ جن جگہوں پر جائیں گے وہاں زمینداروں کو یہ بھی ترغیب دیں گے کہ وہ زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کریں اور انہیں بتائیں گے کہ وہ اپنی زمینوں سے زیادہ پیداوار کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح حکومت وقت کے ساتھ تعاون بھی ہو جائے گا اور جماعتی ترقی کے سامان بھی ہو جائیں گے۔ کیونکہ جتنا مال اللہ تعالیٰ جماعت کو عطا کرے گا اتنا ہی زیادہ وہ بڑھ چڑھ کر مالی قربانیاں کرنیکی توفیق پائے گی۔ غرض اس قسم کے کام ان دوستوں سے لئے جائیں گے جو میری اس تحریک پر اپنے اوقات وقف کریں گے۔ دوست جلد اس طرف متوجہ ہوں اور اپنے اوقات وقف کریں میں چاہتا ہوں کہ آئندہ مئی کے مہینہ سے یہ کام شروع کر دیا جائے۔

جو دوست گورنمنٹ یا کسی اور ادارہ کے ملازم ہیں ان کو سال میں کچھ عرصہ کی رخصتوں کا حق ہوتا ہے وہ اپنی یہ رخصتیں اپنے لئے یا اپنوں کے لئے لینے کی بجائے اپنے رب کے لئے حاصل کریں اور انہیں اس منصوبہ کے ماتحت خرچ کریں۔ اسی طرح کالجوں کے پروفیسر اور لیکچرار سکولوں کے اساتذہ کالجوں کے سمجھدار طلباء بھی اپنی رخصتوں کے ایام اس منصوبہ کے ماتحت کام کرنے کے لئے پیش کریں۔ سکولوں کے بعض طلباء بھی اس قسم کے بعض کام کر سکتے ہیں۔ کیونکہ سکولوں کے بعض طلباء ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی صحت اور عمر کے لحاظ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ اس قسم کی ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ ان کو بھی اپنے نام اس تحریک کے سلسلہ میں پیش کر دینے چاہئیں۔ بشرطیکہ وہ اپنا خرچ برداشت کر سکتے ہوں کیونکہ میں اس سکیم کے نتیجہ میں جماعت پر کوئی مالی بار نہیں ڈالنا چاہتا۔ غرض جو دوست اپنے خرچ پر کام کر سکتے ہوں اور جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے خرچ پر کام کرنے کی توفیق عطا کرے۔ ان کو اس منصوبہ میں رضا کارانہ خدمات کے لئے اپنے نام پیش کر دینے چاہئیں۔ یہ کام بڑا اہم اور ضروری ہے اور اس کی طرف جلد توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جن میں یا مجھے یوں کہنا چاہئے کہ ان کے ایک حصہ میں ایک حد تک کمزوری پیدا ہو گئی ہے اور اس کمزوری کو دور کرنا اور جلد سے جلد دور کرنا ہمارا پہلا فرض ہے۔ اگر ہم تبلیغ کے ذریعہ نئے احمدی تو پیدا کرتے چلے جائیں۔ لیکن تربیت میں بے توجہی کے نتیجہ میں پہلے احمدیوں یا نئی احمدی نسل کو کمزور ہونے دیں تو ہماری طاقت اتنی نہیں بڑھ سکتی جتنی اس صورت میں بڑھ سکتی ہے کہ پیدائشی احمدی، پرانے اور نو احمدی بھی اپنے اخلاص میں ایک اعلیٰ اور بلند مقام پر فائز ہوں۔ پھر ہماری یہ کوشش ہو کہ وہ لوگ جو صداقت سے محروم ہیں ان تک صداقت پہنچے۔ اور ہم دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو اس صداقت کو قبول کرنے کی توفیق عطا کرے۔ غرض جو منصوبہ میں نے اس وقت جماعت کے سامنے بڑے مختصر الفاظ میں پیش کیا ہے۔ وہ تربیتی میدان کا منصوبہ ہے ہمیں اس پر عمل کر کے سب جماعتوں اور سارے احمدیوں کو تدبیر اور دعا کے ذریعہ سے چست کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ وما التوفیق الّا باللہ۔

(الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء)

حرم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت آپا جان سیّدہ امتہ السبّوح صاحبہ

کا روزمرّہ زندگی سے متعلق نصائح سے بھرپور خطاب

(بمقام بیت الاسلام کینیڈا ، 27 جون، 2004)

(حسنیٰ مقبول احمد)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے جلسہ سالانہ کینیڈا سے ایک ہفتہ قبل بیت الاسلام کینیڈا میں بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا احمدی خواتین سے ایک پُرمعارف خطاب سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔اس خطاب کے وقت وہاں جماعتِ احمدیہ امریکہ کی صرف چند ایک ممبرات موجود تھیں۔محترمہ آپا جان کی اجازت سے اس گفتگو کے چند پہلو افادۂ عام کے لئے پیش ہیں:

تشہد اور تعوذ کے بعد آپا جان نے فرمایا کہ میرا مقصد کوئی تقریر کرنے کا نہیں بلکہ میں احمدی خواتین سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں اور کچھ سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔ آپکو معلوم ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کا کیا مقصد تھا۔ آپؐ کی بعثت سے قبل عرب میں ہر طرح کے فسق و فجور مثلاً ڈکیتی، قتل، جھوٹ، زنا، جوا، شراب نوشی، دھوکہ دہی اور خاندانی امتیازات کا رواج عام تھا۔ گو عربوں میں کچھ اچھی عادات بھی تھیں لیکن زیادہ تر وہ ایک بے انتہاء جہالت کی زندگی بسر کررہے تھے۔عورتوں اور غلاموں کے ساتھ انتہا درجہ کی بدسلوکی روا رکھی جاتی تھی اور بعض بیٹے باپ کے مرنے کے بعد اپنی سوتیلی ماؤں تک سے شادی کر لیتے تھے یعنی رشتوں کی حرمت کا احساس بالکل نہیں تھا۔لیکن اسلام نے اس کا احساس دلایا اور عورت جو عزت و ناموس کے حوالے سے بالکل ننگی اور ذلیل ہو چکی تھی اُسے اسکا جائز مقام دلایا اور عظمت و حیاء کے پردے میں ڈھانک دیا۔

ہم لوگ جو آج یہ سمجھتے ہیں اور دوسرے مذاہب اور جدید تہذیبیں بھی اسی تصور کی ہم خیال ہیں کہ اسلام نے عورت کو پردے میں قید کردیا ہے اور نہ صرف پردہ بلکہ اس سے متعلق اور کئی پابندیاں ایک بیچاری مسلمان عورت پر عائد کردی گئی ہیں۔لیکن اگر سوچا جائے تو اسلامی پردے نے تو ہمیں آزاد کردیا ہے۔آپ اسے ایسے کیوں نہیں سوچتیں کہ جیسے سیپ کے اندر موتی ہوتا ہے۔وہ جب تک اندر ہے، خوبصورت، پاک اور صاف ستھرا دکھائی دیتا ہے۔اسی طرح دیکھا جائے تو جب عورت بے پردہ تھی تب حقیقی آزادی سے محروم تھی اور ہر قسم کی گندی حرص و ہوس والی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ پردے میں تو آپ محفوظ ہیں اور جو چاہیں کریں۔ ہماری ایک احمدی لڑکی کا تو اتنا اچھا تاثر ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے پیچھے دس لڑکیوں کو چلانے والی ہو۔

آپ نے نوعُمر لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ آپ مجھے بتائیں کہ کیا وہ جہالت کا دَور اب بہت تیزی سے واپس نہیں آرہا؟ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے تعلیم کم تھی اور جہالت کی وجہ سے یہ جرائم جنم لیتے تھے، پھر اسلام کی تعلیم کے زیرِ اثر ایک بہت اچھا معاشرہ قائم ہوا۔لیکن اب پھر سے وہ جرائم تقریباً ہر جگہ پر ہی جنم لے چکے ہیں اور تہذیب کی آڑ لے کر کئے جاتے ہیں۔ پہلے عورت مجبوراً ان جرائم و مظالم کا شکار تھی لیکن آج کی عورت نے خود اپنے لئے ایسا معاشرہ پسند کرلیا ہے۔

آپ نے اس معاشرے کی ایک اور خرابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وضاحت فرمائی کہ آجکل مسلم گھرانوں میں بھی دوسرے بعض مذاہب کی طرح اس تصور کو تقویت دی جارہی ہے کہ کزنز (cousins) کے ساتھ شادی جائز نہیں ہے۔یہ بات اسلامی تعلیمات میں کہیں نہیں پائی جاتی۔کزنز کے ساتھ شادی کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ اس کو پسند کیا گیا ہے۔آپ نے مزید وضاحت فرمائی کہ اپنے ذہنوں سے یہ بات نکال دیں کہ آپکے کزنز آپ کے بھائیوں کی طرح ہیں یا آپ کے بھائی ہی ہیں۔ بلکہ وہ نامحرم ہیں اور ایسا رشتہ ہے کہ جہاں شادی ہوسکتی ہے۔ یہاں میں والدین کو بھی قصوروار سمجھتی ہوں جو کہ شروع سے اپنے بچوں کو کزنز کے ساتھ گھلنے ملنے کی یہ کہہ کر آزادی دے دیتے ہیں کہ پھر کیا ہوا یہ تو بالکل آپس میں بہن بھائی ہیں۔لیکن جب شادیوں کا وقت آتا ہے تو یہی بیٹیاں انکار کردیتی ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں جیسے کزنز کے ساتھ کیسے شادی کرسکتی ہیں اور بہت سے مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں۔

میں ایسے والدین کو نصیحت کرتی ہوں کہ وہ شروع سے ہی اپنے بچوں میں یہ احساس پیدا کریں کہ نامحرم رشتے کونسے ہیں اور کس عمر میں ان سے حجاب شروع کردینا

چاہیئے۔

اس موضوع کو مزید واضح کرنے کیلئے آپ نے خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ سے چند مثالیں دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے خاندان میں تو پہلے پہل کزنز سے باقاعدہ پردہ کیا جاتا تھا اور آجکل بھی پردے کی کم سے کم شکل اور حجاب ضرور روا رکھا جاتا ہے۔
اس چیز کی بالکل بھی اجازت نہیں ہونی چاہیئے کہ کزنز (لڑکے اور لڑکیاں) آپس میں ہاتھ ملائیں یا معانقہ کریں۔ اس برائی کو ختم کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

اس کے بعد آپ نے ایک اور نہایت حساس اور اہم موضوع، مرد کے بارے میں ''قوام'' کی اصطلاح کی صحیح تشریح پیش فرمائی۔ آپا جان نے فرمایا کہ ہماری روزمرہ زندگی کے بہت سے مسائل اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ جب ایک مرد اپنے مختلف رشتوں سے منصفانہ طریق پر برتاؤ نہیں کرتا۔ ایک مرد کو قوام بنانے میں ماں کی تربیت اور گھر کا ماحول کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے اس وقت ان ساری ماؤں کو، جو اپنی گودوں میں شیر خوار بچوں کو لئے بیٹھی تھیں اور مستقبل میں ساسیں بننے والی ہیں، نصیحت فرمائی کہ شروع سے ہی اپنے بچے کی تربیت ایسے کریں کہ اسے معلوم ہو جائے کہ ایک قوام کی کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔ آپ نے مثالیں دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ مائیں ہی اپنے بیٹوں کو بگاڑ دیتی ہیں اور ان کے دل میں یہ بات شادی سے پہلے ہی راسخ ہو جاتی ہے کہ جب بیوی آئے گی تو اُسے بھی میری ماں کے ہر جائز و ناجائز حکم پر عمل کرنا ہوگا۔ یہ بیٹے بگڑے ہوئے بیٹے ہیں۔ میں نے پاکستان میں کئی سال جماعت میں اسی طرح کے مسائل سے متعلق شعبہ جات میں کام کیا ہے، افریقہ کے حالات سے بھی کسی حد تک آگاہی ہوئی اور یورپین کلچر کا بھی کچھ اندازہ ہے۔ ہر جگہ پر ایک ہی طرح کے سسرالی مسائل سامنے آئے ہیں۔

آپ نے ایک بگڑے ہوئے بیٹے کی علامات بیان کرتے ہوئے لطیف لیکن حقیقت پر مبنی مثالیں دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر ایک خاوند اپنی بیوی سے ایسے بات کرے کہ تم اتنی مزیدار بھنڈیاں کیوں نہیں بنا سکتی جتنی میری ماں بناتی ہے یا فلاں رنگ یا کپڑا تم پر ایسے نہیں جچتا جیسے میری بہن پر اچھا لگتا ہے، تو سمجھ لیں کہ یہ ایک بگڑا ہوا بیٹا بات کر رہا ہے۔

آپ نے اس بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اپنی بہوؤں کی غلطیوں پر بھی ایسے ہی پردہ ڈالنا چاہیئے اور درگزر سے کام لینا چاہیئے جیسے ہم اپنی سگی بیٹیوں اور بہنوں کی غلطیاں اور برائیاں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اگر ہماری بہو صبح دیر تک پڑی سو رہی ہے تو اس بات کو بہت اچھالا جائے گا کہ سخت سست بہو ہے۔ لیکن اگر ہماری بیٹی سو رہی ہے تو کہا جاتا ہے چونکہ بہت تھکی ہوئی ہے اسلئے اسے آرام کی سخت ضرورت ہے۔ یہ سب ہمارے سوچنے کے انداز ہیں جنہیں بدلنا ہوگا۔

اس ضمن میں سسرال والوں کو ایک مشورہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر ساس اور سسر کی صحت، مالی اور دیگر حالات اچھے ہیں تو وہ اپنی بہوؤں کو ان کے علیحدہ گھر لینے کی بخوشی اجازت دیں۔ کیونکہ ہر عورت کا حق ہے کہ اس کا اپنا گھر ہو۔ اور نہ ہی بیٹوں کو اس سلسلے میں پابند رکھیں کہ لازمی ساتھ ہی رہنا ہے ورنہ ناراضگی کی فضا قائم ہو جائے گی۔

اس موقعہ پر ایک لجنہ ممبر نے ایک سوال کیا کہ اس کی ایک سہیلی اپنے خاوند کے ساتھ اس بات پر بہت جھگڑتی ہے کہ یہ قرآن کریم اور احادیث میں کہاں لکھا ہے کہ بہو پر ساس سسر کی خدمت کرنا فرض ہے؟ ہاں بیٹے کو یہ خدمت ضرور کرنی کرنی چاہیئے۔

محترمہ آپا جان نے جواباً فرمایا کہ یہ بہت غلط تصور ہے۔ بہوؤں پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی اور مروّت کا سلوک کریں۔ اپنے نسب اور صہر (سسرال) کے رشتوں سے حسنِ سلوک کی قرآنِ کریم تلقین فرماتا ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے کہ ایک اچھی بیوی وہ ہے جو اپنے خاوند کے گھر کی پورے خلوص اور ایمانداری سے حفاظت کرتی ہے۔ اور گھر کے اندر صرف گھر میں موجود سامان وغیرہ ہی مراد نہیں بلکہ خاوند کے زیرِ نگہداشت یا ذمّہ ماں باپ اور دوسرے سسرالی رشتہ دار بھی شامل ہیں۔ اور ایک بیوی کی یہ ذمہ داری خصوصاً اس وقت زیادہ بڑھ جاتی ہے جب اس کا خاوند ملازمت اور دیگر کاموں کی وجہ سے گھر سے باہر ہو۔ آپ نے مزید بتایا کہ اس بارے میں کہ سسرال والوں سے کیسا برتاؤ ہونا چاہیئے، حضرت مسیح موعودؑ نے بہت واضح ارشاد فرمایا ہے کہ بہو کو ساس اور سُسر کی خدمت کرنی چاہیئے۔

بہوؤں کے جائز حقوق کے بارہ میں بھی بات ہوئی۔ اور لجنہ ممبرات نے اپنی زندگی کے بعض واقعات بیان کرتے ہوئے سوال کیا کہ ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ مثلاً ایک سوال یہ تھا کہ اگر ایک نیک شریف لڑکی ایسے خاوند سے بیاہی جاتی ہے جو دیندار نہیں، نہ نماز کا ہوش ہے اور نہ ہی بیوی کے حقوق کا خیال۔ یہ گھر نہیں بلکہ اس کی ماں کی بنائی ہوئی سلطنت ہے۔ تو اس صورت میں اس لڑکی کو کیا

کرنا چاہیئے؟

آپ نے فرمایا کہ یہ صورتِ حال بھی دیکھنے میں آئی ہے،طبیعتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔اگر تو شروع میں یہ احساس ہوجائے کہ مرد کی اخلاقی اور ایمانی حالت اس قابل ہی نہیں ہے کہ سُدھر سکے تو جلد ہی اس کے بارے میں فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ بصورتِ دیگر لڑکی کو صبر اور دعاؤں کیساتھ اپنا نیک اثر خاوند پر ڈالنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔

بہوؤں کو نصیحت کرتے ہوئے آپ نے چند مثالیں دیتے ہوئے کہا کہ یہ عین ممکن ہے کہ ایک بہو کو اپنے سسرال سے شکوے ہوجاتے ہیں اور میرا تجربہ کہتا ہے کہ آج بھی ایک اندازے کے مطابق ساس بہو پر حاوی ہے۔لیکن ایک بہو کو میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ سسرال سے اپنے اختلافات کا تذکرہ بچوں کے سامنے ہرگز نہ کرے، اس سے بچوں کی تربیت اور شخصیت پر خطرناک اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔

آپ نے بہت افسردگی کے ساتھ اس بات کا ذکر فرمایا کہ ہم ایک پاکیزہ انداز میں ملبوس ہونے کو بہت تیزی سے بھلاتے جارہے ہیں۔ ہماری نئی نسل کی بہت سی بچیاں اسلامی طرز پر لباس پہننے میں بہت شرم محسوس کرتی ہیں۔افریقی عورت جو کچھ عرصہ پہلے تک جسم کے اوپر کے حصہ کو ڈھانپنے کے تصور سے بالکل بے خبر تھی اس نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے کے بعد اپنے جسم کو ایک مہذب انداز میں ڈھانپنا سیکھ لیا ہے۔لیکن اسکے برعکس ہماری احمدی لڑکیاں مغربی تہذیب کے زیرِ اثر اپنا جسم دکھانا شروع ہوگئی ہیں۔ یہاں بھی میں والدین کو اس خرابی کا ذمہ دار ٹھہراؤں گی۔ یہ بگڑا ہوا انداز نسوانیت کے لئے بہت ہی اہانت آمیز بات ہے۔ہمارے قول و فعل میں تضاد ہے یعنی ہم مُنہ سے تو کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے بہت محبت ہے اور حضرت رسولِ اکرم ﷺ سے عشق ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت پر یقین رکھتے ہیں لیکن غیر اسلامی طور طریقے اپنا کر ہم اس کے بالکل برعکس ثبوت دے رہے ہیں۔

ملازمت کے دوران آپ کس حد تک اپنا پردہ قائم رکھ سکتی ہیں، یہ صرف اور صرف آپ اپنی ضرورت اور حالات کا جائزہ لے کر خود ایمانداری سے فیصلہ کر سکتی ہیں۔اس ضمن میں حضور نے بہت سی احمدی لڑکیوں کو ایسی ملازمت کرنے سے منع فرمایا ہے جہاں اُنہیں سر ڈھانپنے سے روکا جاتا ہے۔ لیکن اگر آپ ایک ایسی ملازمت کرنے پر مجبور ہیں تو پھر بھی اتنی احتیاط لازمی ہے کہ جیسے ہی آپ ملازمت کی جگہ سے باہر آئیں تو اسلامی طریق پر ملبوس ہوں۔اس بارے میں کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ یہ تو منافقت ہے بلکہ یہ تو ایک مجبوری کی بات ہے۔آپ نے اپنی بساط کے مطابق اطاعت کی کوشش تو کی ہے اور مزید یہ کہ ہر انسان اپنے حالات بہتر جانتا ہے۔

پردے کے حکم کو مزید اُجاگر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ سر کے بال اور ہونٹ وغیرہ بھی عورت کی زینت میں اضافہ کا باعث ہیں اور ان کا بھی پردہ ضروری ہے۔ خصوصاً جب ایک عورت بناؤ سنگھار سے آراستہ ہے تو گھر سے باہر نکلتے ہوئے اسے چہرے کا بھی پردہ کرنا چاہیئے۔

ہمارے موجودہ معاشرے کی ایک اور نئی رسم، یعنی چھوٹی عمر میں لڑکیوں کا کسی job کے لئے گھر سے باہر وقت گزارنے کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔اور اس کا ایک حل یہ بتایا کہ اگر حیثیت ہو تو اس عمر میں بیٹیوں کا ایک معقول جیب خرچ مقرر کر دینا چاہیئے۔آپ نے بتایا کہ ہماری اُمی اور خالاؤں کا تو یہی طریق تھا۔لیکن اب دیکھا جاتا ہے کہ بچیوں کو والدین خود کہتے ہیں کہ جاؤ اب خود کماؤ اور اپنی ضروریات پوری کرو۔بچیاں گھر سے باہر ایک غیر تربیتی ماحول میں سارا دن گزار دیتی ہیں اور غیر اسلامی انداز بھی خود بخود انکی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں۔نہ تو انہیں اپنی فیملی سے وہ اُنسیت رہتی ہے اور نہ اپنی تہذیب اچھی لگتی ہے۔لڑکیوں کو ایک خاص پختگی کی عمر کے بعد اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد اگر ضرورت ہو تو گھر سے باہر اس غرض سے نکلنا چاہیئے۔لڑکوں کو تو اس عمر میں کام پر لگانا چاہیئے تا وہ بے جا آزادی اور آرام طلبی کا شکار نہ ہوجائیں۔لیکن کام کا انتخاب کرتے ہوئے یہ احتیاط ضرور کرنی چاہیئے کہ کسی سٹور، اور ریسٹورنٹ کی طرح محفوظ ماحول میں کام کیا جائے۔مگر شراب خانوں، جوا خانوں اور اسی طرح کی اور ملازمتوں کو اختیار کرنے سے لڑکوں کو بھی منع کرنا چاہیئے۔اس کے بعد آپا جان کے ساتھ اس دلچسپ گفتگو کا زاویہ حلال اور حرام گوشت کے استعمال کی طرف مُڑ گیا۔

ایک لڑکی نے سوال کیا کہ ہمارے والدین بعض اوقات آسانی کی خاطر کہہ دیتے ہیں کہ McDonalds وغیرہ سے کھانا کھالو تو کیا یہ جائز ہے یا یہ کہ اسلام میں اس کو ناپسند کیا گیا ہے؟

اس کے جواب میں آپ نے پہلے تو حلال اور حرام گوشت اور اس سے متعلق پیشِ نظر حالات پر کچھ تبصرہ فرمایا۔آپ نے فرمایا کہ اوّل تو آپ کوشش کریں کہ گھر سے باہر کھانا کھاتے ہوئے کسی ایسے ریسٹورنٹ کا انتخاب کریں جہاں آپ کو معلوم ہو کہ حلال کھانا ملے گا اور اس دَور میں جبکہ ہر جگہ پر حلال کھانوں کے ریسٹورنٹ کھل

چکے ہیں یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ بصورتِ دیگر یہ یقین ضرور کر لیں کہ جس جگہ سے آپ کھانا کھا رہے ہیں وہاں وہ گوشت استعمال کیا جاتا ہے جن کے جانوروں کا ذبح کرتے وقت خون اچھی طرح بہا دیا جاتا ہے۔ اور آج کل تو تقریباً ہر جگہ ہی اس طریق سے جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ اس صورت میں بسم اللہ پڑھ کر یہ کھانا کھایا جاسکتا ہے۔

ایک ممبر نے آپا جان سے سوال کیا کہ نماز پڑھتے ہوئے ہمیں کس طرح کا لباس پہننا چاہیئے۔ جس طرح کے لباس میں ہم نماز پڑھتی ہیں، ہماری غیر احمدی سہیلیاں اس پر اعتراض کرتی ہیں۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

آپ نے بتایا کہ یہ بات صحیح ہے کہ نماز پڑھتے وقت سر اور جسم کو مناسب طریق پر ڈھانکنے کی ہدایت ہے۔ کوشش کریں کہ سر کے بال اچھی طرح ڈھکے ہوں۔ لیکن اس بارے میں جنون کی حد تک متفکر نہ ہوں کہ کہیں سے تھوڑے سے بال تو ننگے نہیں رہ گئے۔ اور جن خواتین کے بال بہت لمبے ہیں ان کے لئے بھی پورے بالوں کو اچھی طرح ڈھانپنا مشکل ہے۔ لیکن اس بارے میں اتنی بھی لاپرواہی نہ برتیں کہ ہمارا طریق بھی یہود کے طریق سے مل جائے (جو اپنی پسند ناپسند کے مطابق اپنی شریعت کے احکام میں ترمیم و تنسیخ کرتے رہتے ہیں)۔

ویسے تو اس گفتگو کا ہر پہلو ہی سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ لیکن آپا جان کی ایک انتہائی اہمیت کی حامل نصیحت یہ تھی کہ خلیفہء وقت کی ہر حال میں اطاعت کی جائے اور خطباتِ جمعہ اور دیگر خطابات میں خلیفہء وقت کی طرف سے جاری کردہ ہدایات سے متعلق کسی بھی رنگ میں ذاتی یا اجتماعی طور پر اعتراض کرنے اور اس کے اظہار سے کلیۃً گریز کریں۔ (خدا ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

الغرض اسی طرح کی پر حکمت باتوں، حل طلب مسائل اور سوالوں کے دلچسپ جوابات سے مزین یہ محفل ظہر کی اذان کے ساتھ برخاست ہوئی۔ لیکن آپا جان کا دل موہ لینے والا اور نصیحت کا دوستانہ انداز ابھی تک مزہ دیتا ہے۔ مزید یہ کہ آپ نے دورانِ گفتگو نہ صرف سوال پوچھے بلکہ مسلسل یہ پیشکش بھی جاری رکھی کہ لجنہ ممبرات کو بھی ان سے سوال کرنے کا پورا پورا حق ہے۔ میں ذاتی طور پر ایسا محسوس کرتی ہوں کہ اس گفتگو کے بعد، جس میں کہ پہلی بار میں نے قریب سے آپا جان کو دیکھا اور ان کی قیمتی نصائح کو سننے کی سعادت پائی، ایک اَور ایسا علم و معرفت کا دریچہ کھل گیا ہے جہاں پر احمدی خواتین بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنے مسائل بیان کر سکتی ہیں۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ ہماری پیاری آپا جان کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور ہمیں ان کے علم و دانش سے فائدہ اٹھانے کی توفیق ملتی رہے۔ ہم صحیح رنگ میں اسلامی تعلیمات کے زیرِ سایہ اور خلیفہء وقت کی ہدایات کے مطابق اپنی زندگیوں کو خدا کی رضا کی حالت میں گزارنے والی ہوں۔ آمین۔

تباہی کا ایک سبب

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گانا بجانا اور باجے وغیرہ یہ سب شیطان کے ہتھیار ہیں۔ جن سے وہ لوگوں کو بہکاتا ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اللہ تعالےٰ کی اس واضح ہدایت کو بھلا دیا اور وہ اپنی طاقت کے زمانہ میں رنگ رلیوں میں مشغول ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر انہیں اپنی حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ خلافت عباسیہ تباہ ہوئی تو محض گانے بجانے کی وجہ سے۔ ہلاکو خان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا بغداد کی طرف بڑھتا چلا آرہا تھا اور معتصم باللہ ناچ گانے میں مشغول تھا اور بار بار کہتا تھا کہ گانے والیوں کو بلاؤ۔ بغداد پر کوئی حملہ نہیں کر سکتا۔ جو حملہ کرے گا وہ خود تباہ ہو جائے گا لیکن ہلاکو خان نے پہلے بادشاہ کو قتل کیا اور پھر بغداد پر حملہ کر کے اسکی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اٹھارہ لاکھ آدمی قتل کر دئے۔۔۔

بہادر شاہ ظفر جو ہندوستان کا آخری مغل بادشاہ تھا وہ بھی اسی گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوا۔ انگریزوں کی فوجیں کلکتہ سے بڑھ رہی تھیں۔ الہٰ آباد سے بڑھ رہی تھیں۔ کانپور سے بڑھ رہی تھیں۔ سہارنپور سے بڑھ رہی تھیں۔ اور بادشاہ کے دربار میں گانا بجانا ہو رہا تھا۔ آخر انگریزوں نے اس کے بارہ بیٹوں کے سر کاٹ کر اور خوان میں لگا کر اس کی طرف بھیجے اور کہا کہ یہ آپ کا تحفہ ہے۔

اُندلس کی حکومت بھی گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔ مصر پر صلاح الدین ایوبی نے حملہ کیا تو فاطمی بادشاہ اس وقت گانے بجانے میں ہی مشغول تھا۔ مگر اتنی بڑی تباہی دیکھنے کے باوجود مسلمانوں کو اب بھی یہی شوق ہے کہ سینما دیکھیں اور گانا بجانا سُنیں اور وہ اپنی تاریخ سے کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے۔

حالانکہ قرآن کریم نے وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ میں بتادیا ہے کہ اگر مسلمان عبادالرحمٰن بننا چاہتے ہیں تو ان کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ گانے بجانے کی مجالس کو ترک کر دیں۔ اور خدائے واحد سے لَو لگائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو کامیاب ہو جائیں گے اور اگر نہیں کریں گے تو اس کے تباہ کن نتائج سے وہ محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔"

(تفسیر کبیر جلد 5 جز 2 صفحات 173۔174)

یا ارحم الرّاحمین

(ڈاکٹر مہدی علی)

اے خدا! اے خدا!
تو ہی مجھ کو بتا

کیسے ہوں مختصر درد کے فاصلے ۔ قتل گاہوں کو جب اہلِ دل پھر چلے
بند ہے تیرے بندوں پہ بابِ حرم ۔ کہ رذیل ہوگئے ذی شرف و حشم
یوں ضعیفوں پہ اٹھا ہے دستِ ستم ۔ جسے روکنے کا کسی میں نہیں دم
مدد کو پکاریں کسے اسیرائیں ۔ کہ محبوس ہے آج خود ابنِ قاسم
دیکھ کتنے مسیحؑ آج مصلوب ہیں ۔ ہر حُسینؓ کا ہے سر زیرِ تیغِ ستم
رواں ہے سوئے دارِ منصور آج ۔ ارسطو نے تھاما ہے پھر جامِ سم
محمدؐ پہ برسے ہے سنگِ جفا ۔ کہ طائف کی وادی بنا ہے جہاں
زمیں پر جو چھائی ظلم کی گھٹا ۔ جلی میرے سینے میں قندیلِ غم
اپنی رحمت کی پھونکوں سے اس کو بجھا ۔ تو رکھ سارے زخموں پہ دستِ کرم
روک دے ظلم کی تیز تپتی ہوا ۔ آشتی کے ہی پھولوں سے مہکے جہاں
ہر اک ٹوٹے دل کو سہارا تو دے ۔ ہر اک بھٹکی روح کو اشارہ تو دے

اے خدا! اے خدا!
اے سمیع الدُّعا

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ

ترجمہ: ''تم جس مسجد میں بھی جاؤ یا جہاں
بھی خدا کی عبادت کرو اپنی زینت ساتھ لے جاؤ۔''

(سورۃ الاعراف:32)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہاں مسجد کے لفظ کو اس کے ظاہری معنوں تک ہی محدود نہیں کیا جانا چاہیئے بلکہ وسیع تر معنوں میں آیت کا ترجمہ کرنا چاہیئے۔۔۔ مسجد سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور ہر وہ موقعہ اور لمحہ ہے جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو رہا ہو۔ پس یہ لفظ نہ صرف مادی دنیا کا احاطہ کرتا ہے بلکہ روحانی دنیا پر بھی محیط ہے۔ مسجد کا لفظ ظاہری معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور مجازی معنوں میں بھی۔ جب آپ کو روحانیت سے لبریز ایک خاص لمحہ نصیب ہوتا ہے اور آپ کا دل محبت الٰہی سے مغلوب ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی کے سوا گویا ہر چیز معدوم ہو جاتی ہے اور آپ خود کو دربارِ الٰہی میں کھڑا پاتے ہیں اور آپ کی روح اور آپ کے وجود کا ذرہ ذرہ آستانہ الوہیت پر سجدہ ریز ہو جاتا ہے تب آپ کا دل، آپ اور آپ کے تمام قویٰ جو آپ کو عطا کئے گئے ہیں اور آپ کی زینت ہیں مسجد بن جاتے ہیں جہاں آپ سربسجود ہو جاتے ہیں اور آپ کے اندر کی ساری کائنات خدا تعالیٰ کے وجود کے احساس سے سرشار ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیں کہ جب خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ وہ اپنی زینتیں ہر مقامِ عبادت پر ساتھ لے جایا کریں تو بندوں میں مرد و زن دونوں یکساں طور پر شامل ہیں۔ صرف مرد ہی مخاطب نہیں ہیں۔ پس زینت کا لفظ یہاں صرف جسمانی خوبصورتی پر اطلاق نہیں پاتا بلکہ اس سے اعلیٰ درجے کی روحانی خوبصورتی اور حسن سیرت مراد ہوا کرتی ہے۔

مسجد یا عبادت گاہوں میں جانے کا مقصد اللہ تعالیٰ سے محبت ہے جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ بھی انسان سے محبت کرنے لگتا ہے۔ انسانی تعلقات کو ہی دیکھ لیں۔ جب آپ کسی سے محبت کرتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ آپ بھی اسے پرکشش اور خوبصورت دکھائی دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم میری محبت کی وجہ سے ہی میرے دربار میں حاضر ہوتے ہو ورنہ محبت نہ ہو تو تمہارا ملاقات کے لئے آنا عبث ہوگا اور جب تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو طبعاً یہ بھی چاہتے ہو کہ میں بھی تم سے محبت کروں۔ اس لئے تم اپنے آپ کو خوبصورت بناؤ۔ اپنے وجود کو باطنی حسن و جمال سے مزین کرو تا کہ تمہارا محبوب خدا بھی تم سے محبت کرنے لگے۔''

(مغربی معاشرہ اور احمدی مسلم خواتین کا مثالی کردار صفحہ 11 تا 13)

پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد

(حامد احمد خالد)

میرے والد مرحوم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد صدر، صدر انجمن احمدیہ ۱۲ جنوری ۲۰۰۴ء بوقت صبح ۹ بجکر ۱۰ منٹ پر ربوہ میں انتقال فرما گئے۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ احباب جماعت کو الفضل اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ رجنوری سے اِس کا علم ہو ہی چکا ہوگا۔

مکرم والد صاحب مرحوم احمدیت کے فدائی اور مجلس خدام الاحمدیہ کے بانی اراکین میں سے تھے۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو مجلس کا پہلا جنرل سیکرٹری مقرر فرمایا۔ آپ وفات تک صدر، صدر انجمن احمدیہ کے منصبِ جلیلہ پر فائز رہے۔ طبیعت نہایت سادہ تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صدر، صدر انجمن احمدیہ تھے لیکن اپنے آپکو ہمیشہ ادنیٰ رکن سمجھتے تھے اور کام کا انداز یہ تھا کہ کبھی بھی جماعتی کام کے لئے اپنے آپکو ظاہر نہیں کیا کہ بحیثیت افسر یہ کام کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ خاکساری اس قدر تھی کہ جماعت کے مددگار کارکن کو بھی نہایت احترام سے پکارتے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ اور اُن کی روح کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے (آمین)۔

مکرم ڈاکٹر فاروق پدر صاحب جو ہماری مقامی جماعت کے صدر ہیں، کی تحریک پر والد مرحوم کی سیرت کے حوالے سے چند واقعات تحریر کرتا ہوں۔ آپ کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کالج سے فارغ ہونے کے بعد بطور ناظر بیت المال مقرر فرمایا تو ایک لمبے عرصہ تک آپ بذریعہ سائیکل ہی دفتر آیا جایا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو کار اور ڈرائیور عطا کر دیا تو جب باہر کے اضلاع میں جاتے تو کار استعمال کرتے مگر جب ربوہ میں ہوتے تو سائیکل ہی استعمال کرتے۔ ایک لمبے عرصہ تک ایسے ہی خدمت دین سرانجام دیتے رہے۔ اگرچہ عمر بھی زیادہ ہو چکی تھی اور کمزور بھی تھے مگر پھر بھی سائیکل پر ہی آتے جاتے۔ جب صبح دفتر جانا ہوتا تو کسی بیٹے کو یا پوتے کو کہہ دیتے کہ سائیکل باہر نکال دیں۔ پہلے اقصیٰ روڈ کی طرف سے جاتے تھے مگر پھر زیادتی عمر کے باعث لمبے فاصلے کے لئے سائیکل چلانا مشکل ہو گیا تو گھر سے نسبتاً کم فاصلے والے راستے کو جو ریلوے اسٹیشن کے قریب سے لائن کراس کر کے دفاتر کی جانب جاتا تھا اختیار کرنے لگے۔ تاہم جسم بہت کمزور تھا اسلئے جب ریلوے لائن کے پاس پہنچتے تو کھڑے ہو جاتے اور پھر کسی نوجوان کو جو لائن کراس کر رہا ہوتا کہہ دیتے کہ ذرا سائیکل لائن سے دوسری طرف نکال دیں۔ ایک مرتبہ جب ہم تمام بھائیوں نے ملکر اُن سے کہا کہ جماعت نے آپکو یہ سہولت مہیا کی ہے کہ آپ کار استعمال کریں تو پھر آپ کیوں نہیں کرتے۔ جواباً اُنہوں نے کہا جماعت کے پیسہ کا ضیاع کیوں ہو۔ جماعت کو بعض زیادہ اہم اخراجات کے لئے ضرورت ہوگی۔ کسی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے اِس بات کا تذکرہ کر دیا۔ اِس پر حضور نے بڑی سختی سے انہیں ہدایت دی کہ آپ کار استعمال کیا کریں۔

اِسی طرح ایک اور واقعہ ہے جس سے خلافت کے ساتھ اُن کے گہرے تعلق اور اسکی اطاعت کا معیار جو ان کے دل میں جاگزیں تھا، کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ یہ واقعہ ایک لحاظ سے سیرتِ صحابہؓ آنحضرت ﷺ کا رنگ بھی اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ایک مرتبہ جب آپ مسجد مبارک کی جانب براستہ ربوہ ریلوے اسٹیشن، جس کے ایک طرف برساتی پانی کے کچھ جوہڑ سے بنے ہوئے تھے، جا رہے تھے۔ مسجد کے لاؤڈ سپیکر پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی آواز سنائی دی کہ "بیٹھ جائیں"۔ یہ ہدایت حضور نے یقیناً مسجد میں موجود احباب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ محترم والد صاحب مرحوم ابھی مسجد سے بہت فاصلے پر تھے، مگر جونہی خلیفہء وقت کی آواز کان میں پڑی کہ "بیٹھ جائیں" تو اطاعت کرتے ہوئے وہیں کیچڑ میں بیٹھ گئے جس کے باعث کپڑوں پر بھی مٹی لگ گئی۔ جاڑے کی راتوں میں جب سخت سردی میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے بلاوا آجاتا تو فوراً تیار ہو کر حاضرِ خدمت ہو جاتے۔ جبکہ سردیوں کی راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ یونہی دروازہ کھٹکے تو باہر جانے کو جی نہیں چاہتا۔ ایک دفعہ اپنا ایک لاہور جانے کا واقعہ سناتے ہوئے مجھ سے ذکر کیا کہ آپ لوگ دنیاوی وسیلوں کی بات کرتے ہیں۔ میں تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں۔ اُن دنوں آپ بس یا ٹرین سے سفر کرتے تھے۔ میری والدہ نے آپ سے کہا کہ مجھے بھی صبح آپکے ساتھ لاہور جانا ہے۔ والد صاحب نے بہت سمجھایا کہ مجھے جماعت کے ضروری کام سے جانا ہے۔ مگر وہ بضد رہیں اور کہنے لگیں میں اپنے بیٹے ناصر کے پاس جاؤں گی۔ بہر حال ساتھ چل دیں۔ والدہ صاحبہ کو دل کا عارضہ بھی تھا۔ جس بس کے ذریعہ سفر کیا وہ راستہ میں

خراب ہوگئی۔ایک تو گھر سے دیر سے نکلے تھے ۔دوسرا بس کے ذریعہ سفر کیا۔عموماً ربوہ تک پہنچتے پہنچتے بس بھری ہوئی ہوتی ہے اور خوش قسمتی سے ہی سیٹ ملتی ہے ورنہ کھڑے ہو کر ہی سفر کا اختتام ہوتا ہے۔تاہم والدہ صاحبہ کو ایک سیٹ مل گئی۔راستہ میں بس خراب ہوگئی اور تمام مسافر بس سے اتر گئے اور کسی نہ کسی طرح چلے گئے۔ موسم سرما ہونے کی وجہ سے اندھیرے سائے سرِ شام ہی پھیلنا شروع ہو چکے تھے۔ اس لئے کچھ پریشانی پیدا ہوئی اور اسکے ساتھ والدہ صاحبہ کی طبیعت بھی خراب ہونی شروع ہوگئی۔اس پریشانی کے عالم میں والدہ صاحبہ کوانہوں نے سڑک سے ہٹ کر ایک بنچ پر لٹا دیا اور خود کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنے لگے۔یا اللہ میں کمزور انسان ہوں مجھے تو اپنے آپکو سنبھالنا بھی مشکل ہے۔اگر رات زیادہ ہوگئی تو کیا کروں گا،تُو ہی میری مدد کے سامان پیدا فرما۔میرے مولا تو نے ہمیشہ مدد فرمائی ہے۔چنانچہ ابھی پانچ منٹ کا عرصہ نہیں گذرا ہوگا،والد صاحب کہتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ پانچ چھ کاروں کا ایک قافلہ سڑک سے گزرا جسے دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اکٹھے سفر کیا جارہا ہے۔اُنہوں نے جب کاروں کی روشنی میں والد صاحب کو دیکھا تو مڑ کر واپس آئے اور سڑک سے اتر کر جہاں والد صاحب کھڑے تھے،ان کے قریب آکر رُکے۔ایک کار میں سے ایک نوجوان اترا اور والد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ پروفیسر صاحب آپ اِس بیابان جگہ میں؟ تو والد صاحب نے کہا میری بیوی بیمار ہوگئی ہے۔اِس لئے اِن کو یہاں لٹا دیا ہے۔وہ نوجوان کہنے لگا میں آپکا شاگرد ہوں۔اور میں سرگودھا سے بارات کے ساتھ جارہا ہوں۔غالباً وہ نوجوان کسی گورنمنٹ کے عہدہ پر تھا اور احمدی نہیں تھا۔مگر استاد کے احترام میں واپس آیا اور کہنے لگا کہ سیٹ کا انتظام ہے۔چنانچہ ایک کار میں والد صاحب نے عورتوں کے ساتھ والدہ محترمہ کو بٹھا دیا۔اور انہیں کہا کہ انہیں فلاں پتہ پر جانا ہے، آپ انہیں لے جائیں اور میں کسی نہ کسی طرح آجاؤں گا۔مگر اُنہوں نے والد صاحب کے لئے بھی جگہ بنادی۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیریت لاہور پہنچ گئے۔الحمدللہ۔

آپ نماز کے لئے مسجد خضر سلطانہ،دارالرحمت وسطی ربوہ میں جاتے تھے جو گھر سے بہت قریب تھی اور اکثر نماز اِس قدر لمبی پڑھتے تھے کہ ہم بچے پوری نماز کے بعد بیٹھ جاتے اور اُن کی نماز ختم ہونے کا انتظار کرتے۔جب آپ اَلسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز ختم کرتے تو ہم ان سے چلنے کے لئے کہتے۔وہ کہہ دیتے کہ ابھی تو آدھ گھنٹہ اور لگ جائے گا کیوں کہ مجھے تو ابھی نوافل بھی پڑھنے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ہم دو بھائی کراچی میں رہتے تھے۔آپ جب کراچی جماعت کے کام سے آتے تو جماعتی مصروفیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ ملاقات نہ ہوتی تھی اور واپس جانے کے بعد خط لکھتے کہ مجھے آپ دونوں سے نہ ملنے کا افسوس ہے۔ایک دفعہ جب آئے تو احمدیہ ہال میں جمعہ کے روز جمعہ پر ملے۔اور پھر مکرم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت کراچی سے کہنے لگے میرے دو بیٹے یہاں رہتے ہیں مگر میری ملاقات اِن سے نہیں ہوتی۔چنانچہ پھر ایک دفعہ جب والد صاحب کراچی آئے تو امیر صاحب نے کسی کو گھر بھجوایا کہ شام کو ۷ بجے شیزان ہوٹل میں آجائیں اپنے ابا جان کو ملنے۔ہم گئے۔پھر بعد میں جب کبھی والد صاحب کراچی آتے تو ہمیں اطلاع کردی جاتی تھی۔ایک دو بار ہم گئے مگر پھر طبیعت میں کچھ ہچکچاہٹ پیدا ہوگئی کہ والد صاحب تو جماعت کے کام سے آتے ہیں۔اور جماعت اُنکے اعزاز میں انتظام کرتی ہے۔اِس لئے ایک دو دفعہ نہیں گئے تو محترم امیر صاحب کا پیغام آیا کہ والد صاحب کو ملنے کے لئے اِس جگہ اتنے بجے آجائیں۔یہ میرا حکم ہے آپکے والد صاحب نے نہیں کہا۔بہت پیار کرنے والے تھے یہ سب بزرگ۔اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔آمین۔

ایک اور واقعہ جو اُن کے دورۂ سندھ سے متعلق ہے وہ انہوں نے مجھے سنایا کہ میں پورے سندھ کے tour پر تھا۔ایک ایک دن میں دو دو تین تین جگہ پر جاتا تھا اور فرمایا کہ ایک مرتبہ جب میں حیدرآباد پہنچا تو پانچ چھ گھنٹے وہاں ٹھہرا۔شام کو مجھے کراچی پہنچنا تھا۔چنانچہ میں نے امیر جماعت حیدرآباد چوہدری نعمت اللہ صاحب (جو کہ غالباً اس وقت امیر جماعت حیدرآباد تھے) سے کہا کہ شام کو مجھے کراچی پہنچنا ہے کیونکہ میں نے کراچی کی مجلسِ عاملہ کو وقت دے رکھا ہے۔امیر صاحب نے کہا کہ شام کو آپ کو بذریعہ کار کراچی پہنچا دیں گے مگر والد صاحب نے انہیں کہا کہ ایسے تو دیر ہوجائے گی لہٰذا بس کے ذریعہ ہی چلے گئے۔والد صاحب نے بتایا کہ اتفاق سے جس کوچ میں سفر کیا وہ راستہ میں کسی جگہ خراب ہوگئی۔جو چند سواریاں تھیں میں بھی اُن کے ساتھ بس سے اتر گیا اور متبادل انتظام کے بارہ میں سوچنے لگا۔میرے دیکھتے دیکھتے ساتھی مسافر اپنا اپنا انتظام کر کے کسی نہ کسی طرح چل دیئے۔صرف میں اور ایک اور نوجوان وہاں کھڑے رہ گئے۔دن چھوٹے تھے لہٰذا سورج جلد غروب ہوگیا۔ساتھ کھڑے نوجوان نے کہا میاں جی آپ نے کس طرف جانا ہے؟مَیں نے جواب دیا کہ کراچی جانا ہے۔اِس پر نوجوان نے کہا کہ آپ اپنا انتظام کرلیں یہ علاقہ ٹھیک نہیں ہے۔اندھیرا ہوگیا تو آپ کو بہت مشکل

ہوگی۔ والد صاحب نے بتایا کہ میں گھبرایا تو ضرور مگر دعا کر رہا تھا اور یقین تھا کہ جس پیارے مولا کے دین کے کام سے جارہا ہوں وہ ضرور مدد کرے گا اور مَیں کبھی اپنے خداتعالیٰ سے مایوس نہیں ہوا اور ہمیشہ خداتعالےٰ نے مدد فرمائی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کار اِن کے قریب آکر رکی۔ جو صاحب یہ کار چلا رہے تھے اپنی داڑھی اور وضع قطع سے کوئی کٹر مولانا معلوم ہوتے تھے۔ آپ بتاتے تھے کہ اِن صاحب نے مجھے کہا بزرگو! کدھر جانا ہے؟ میں نے کہا کراچی۔ وہ کہنے لگے مجھے بھی کراچی جانا ہے، چلیں بیٹھ جائیں۔ مولوی صاحب اکیلے ہی سفر کر رہے تھے۔ راستہ میں مَیں نے اُن سے کہا کہ آپ کرایہ سے زائد رقم مجھ سے لے لیں۔ مولوی صاحب نے کہا نہیں آپ سے پیسے نہیں لے سکتا انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ آپ میرے والد کی عمر کے ہیں۔ چنانچہ میں نے اُن سے کہا کہ مجھے بندر روڈ پر جو پلازہ سینما ہے وہاں اتار دیں۔ چنانچہ جب ہم پلازہ سینما کے قریب پہنچے تو مولوی صاحب کہنے لگے اب تو آپ فلم کا ٹکٹ نہیں لے سکیں گے۔ میں نے کہا میں فلم دیکھنے تو نہیں آیا۔ مولوی صاحب کہنے لگے پھر آپ کو کہاں جانا ہے؟ میں نے جواباً کہا کہ پلازہ سینما کے ساتھ جو ایک سڑک اندر جاتی ہے مجھے اس سڑک پر غفور چیمبر کے بالکل سامنے جانا ہے۔ احمدیہ ہال غفور چیمبر کے بالکل سامنے ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے عین وہاں جا کر کار روک دی۔ وہاں احمدیہ ہال کے گیٹ پر عاملہ کے تمام دوست کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے اور حیدرآباد فون کر رہے تھے کہ خالد صاحب ابھی تک نہیں پہنچے اور پریشان بھی تھے کہ اللہ خیر کرے۔ جب اُن صاحب کا میں نے شکریہ ادا کیا اور احسان مندی کے لئے ہاتھ ملانے کی کوشش کی تو اُنہوں نے مجھ سے ہاتھ ہی نہیں ملایا کیونکہ اُنہوں نے احمدیہ ہال کا بورڈ پڑھ لیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے اُسی رحیم وکریم نے میری مددفرمائی اور مجھے پھولوں کی سیج پر بٹھا کر میری منزل پر پہنچا دیا۔

ہماری مقامی جماعت کے مکرم ڈاکٹر ملک عبدالمنان صاحب سے محترم والد صاحب کی وفات سے ایک ماہ قبل ملاقات ہوئی۔ موصوف میرے والد صاحب کی صحت کے بارہ میں معلوم کرنا چاہتے تھے۔ باتوں باتوں میں کہنے لگے کہ آپکے والد صاحب بڑے دعا گو انسان ہیں، خاکساری اور سادگی سے کام کرتے ہیں اور ہمیشہ مولا کریم سے مدد چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ آپ کے والد صاحب ایک مرتبہ صوبہ سرحد کے دورہ پر گئے تو ایک مقام پر جہاں کسٹم چیک پوسٹ تھی، اُن کو روک لیا گیا اور سپاہی گاڑی کے کاغذات چیک کرنے لگے۔ والد صاحب کو علم تھا کہ اگر چیک پوسٹ والے پہچان گئے کہ یہ شخص احمدی ہے تو تنگ کریں گے۔ بہر حال کاغذات دیکھنے کے لئے ڈرائیور سے کہا گیا کہ گاڑی ایک طرف پارک کردو۔ اِس وجہ سے کافی پریشانی ہوئی۔ پھر جب اُن کا ارادہ تنگ کرنے کا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے خود مدد فرمائی۔ جو صاحب D.S.P. Customs تھے وہ اپنے دفتر سے اِن کی طرف آئے اور اِن کی کار کی طرف flashlight سے روشنی ڈالی اور اپنے عملہ کو پشتو زبان میں کہنے لگے کہ اِن کو کیوں روکا ہے؟ یہ تو میرے استاد ہیں اِن کو جانے دو۔ وہ صاحب چوہدری مبارک سلیم صاحب تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہروقت اپنے بندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ گو والد صاحب اب اپنے اللہ کے حضور حاضر ہو چکے ہیں مگر اُن کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔ پچھلے سال میں جب اُن سے ملنے کے لئے پاکستان گیا تو میں کرسی پر بیٹھ جاتا اور آپ لیٹے ہوتے۔ بعض اوقات میں اُن سے باتیں کرتا مگر وُہ مجھے جواب نہ دیتے تو میں سمجھتا کہ سو رہے ہیں۔ بعد میں پوچھتا کہ میں آپ سے کچھ پوچھ رہا تھا تو کہتے میں تو اپنے اللہ سے باتیں کر رہا تھا۔

آخر میں مَیں اُن تمام دوستوں، عزیزوں اور احباب جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اُن کی وفات پر بذریعہ ٹیلیفون یا مل کر تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

حامد احمد خالد

5120 Leeward Road
Ben Salem PA 19020

حاصلِ مطالعہ

امۃ الباری ناصر صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

''محترم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایک منکسر المزاج شخص تھے۔ حافظہ حیرت انگیز تھا۔ مشاہدہ بھی تیز تھا۔۔۔ ان کے پاس اپنا ہی ایک آئینہ تھا جس میں سب کی اصلیت دیکھ لیتے تھے۔ اور وہ آئینہ تھا چندے کا معیار۔ عام رہن سہن، ملازمت یا کاروبار وغیرہ سے مالی حیثیت کا اندازہ کرتے اور ادا شدہ چندہ سے موازنہ کرتے۔ انفرادی سطح پر بھی اور اجتماعی سطح پر بھی مالی قربانی پر ابھارتے۔ خطبوں میں سے ایسے واقعات سناتے جن سے یقین ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو کس طرح نسلاً بعد نسلٍ خیروبرکت دی جاتی ہے۔ مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور کشائش سے مزید مالی قربانیوں کی توفیق ملتی ہے۔ بجٹ پورا ہونے کے لئے دردوالحاح سے دعائیں کرتے۔۔۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 3 جون 2004 صفحہ 6)

بیت فضل عمر ڈیٹن امریکہ کی تعمیر

احباب جماعت کے غیر معمولی اخلاص اور مالی قربانی کا مظاہرہ

(مکرم میجر (ر) عبد الحمید صاحب سابق مربی امریکہ)

فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد خاکسار کو انگلینڈ، امریکہ اور جاپان میں مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حیثیت سے خدمت سرانجام دینے کے مواقع حاصل ہوئے۔ امریکہ میں اوہایو کے شہر ڈیٹن میں چار سال تک خدمت سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ اس عرصہ میں خاکسار کی نگرانی میں بیتِ فضلِ عمر ڈیٹن تعمیر ہوئی۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے جو نشانات ظاہر ہوئے وہ انتہائی ایمان افروز ہیں ان میں سے بعض امور کو احباب جماعت کے افادہ کے لئے احاطہ تحریر میں لایا جاتا ہے تا کہ وہ بھی اس روحانی لذّت سے مستفیض ہوں۔

سو گزارش ہے کہ یہ عاجز انگلینڈ میں ایک سال فریضہ دعوت الی اللہ ادا کرنے کے بعد مرکز کی ہدایات کے ماتحت 2 مئی 1963 کو امریکہ کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں اس وقت صوفی عبدالغفور صاحب مشنری انچارج تھے۔ واشنگٹن جو جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کا مرکز ہے وہاں پندرہ روز گزارنے کے بعد مجھے ڈیٹن (اوہایو) میں بطور مربی خدمت سرانجام دینے کے لئے ارشاد ہوا۔ غالباً 18 یا 19 مئی 1963 کو Greyhound Bus کے ذریعہ ڈیٹن پہنچا۔ وہاں محترم جناب عبد القدیر صاحب بستی کے اڈہ پر مجھے لینے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ کا لباس انتہائی سادہ تھا اور ایک بہت پرانی جناح کیپ پہنے ہوئے تھے۔ آپ کی عمر 84 برس کے لگ بھگ تھی۔ آپ بذریعہ بس مجھے برادر ولی کریم صاحب مرحوم کے مکان واقعہ 633 رینڈ الف اسٹریٹ لے گئے۔ ان کے مکان کے ایک کمرہ میں میری رہائش کا بندوبست تھا اور اسی مکان کے ایک کمرے میں بطور کرایہ دار برادر عبدالقدیر صاحب رہائش پذیر تھے۔

برادر ولی کریم مرحوم اور ان کی اہلیہ صاحبہ، سسٹر ولی کریم ہر ایک کی عمر 70/75 سال کے لگ بھگ تھی۔ برادر ولی کریم نہایت ہی خوش اخلاق انسان تھے اور جماعت احمدیہ کے بارے میں وہ بھی اور عبدالقدیر مرحوم بھی والہانہ محبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ برادر ولی کریم صاحب پھیپھڑوں کی خرابی کی وجہ سے اکثر بیمار رہتے تھے لیکن پھر بھی باہمت انسان تھے۔ چھوٹا موٹا کام ہاتھ سے کرتے تھے۔ انہوں نے اپنا مکان زندگی میں ہی ہماری جماعت کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ ان کی اپنی اولاد کوئی نہیں تھی لہٰذا انہوں نے وصیت باقاعدہ طور پر رجسٹری کی ہوئی تھی کہ جب تک میاں بیوی زندہ رہیں گے اس مکان میں رہیں گے۔ ان کے مرنے کے بعد وہ مکان انجمن احمدیہ کی ملکیت ہو جائے گا۔ مکان کے ساتھ ہی بیت الذکر کے لئے ایک پلاٹ بھی تھا جو برادر ولی کریم مرحوم ہی نے دیا ہوا تھا۔ اس پر میرے وہاں جانے سے بہت عرصہ پہلے ایک Basement تعمیر شدہ تھا جس میں جماعتِ احمدیہ ڈیٹن کے ممبر نمازیں وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ Basement کے اوپر ایک عارضی سا کمرہ بنا ہوا تھا جس میں بہت پرانا سامان store کیا ہوا تھا۔ اسے خالی کرا کے میرے لئے دفتر بنایا گیا۔ سیکنڈ ہینڈ قالین اور سیکنڈ ہینڈ کرسیاں میرے دفتر میں رکھ دی گئیں کچھ معمولی قسم کے پردے لگائے گئے۔ ایک نہایت پرانا ٹیبل فین برادر ولی کریم صاحب نے کہیں سے حاصل کر کے دیوار پر لگا دیا۔ وہ پنکھا جب چلتا تو Rattling کی آواز آتی۔ اور ہوا سے قالین کی مٹی اڑتی تھی۔ چونکہ اس وقت ڈیٹن کی جماعت نہایت غریب تھی اور جو جماعت کے کاموں میں دلچسپی لیتے تھے وہ چند بوڑھے بوڑھے مرد اور عورتیں تھیں۔ جو کچھ ان سے میسر آیا انہوں نے نہایت اخلاص سے پیش کر دیا۔

ڈیٹن آنے سے پہلے چوہدری غلام یٰسین صاحب نے مجھے تحریک کی تھی کہ میں وہاں پر بیت الذکر تعمیر کرنے کے لئے مرکز کو لکھوں۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہی تھا۔ میں نے محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی خدمت میں لکھا کہ بیت الذکر کے لئے نہایت عمدہ جگہ ڈیٹن کی جماعت کے پاس موجود ہے مرکز اگر روپیہ فراہم کردے تو وہاں بیت الذکر تعمیر کی جاوے۔ اس بیت الذکر کی تعمیر کے لئے تخمینہ طلب کرنے کی ہدایت موصول ہوئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ صرف تعمیر پر مبلغ 45,000 ڈالر خرچ آئیں گے۔ میں نے

مرکز کواس تخمینہ سے آگاہ کردیا۔بعد میں امریکہ کے باقی مشنوں سے مشورہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ڈیٹن چونکہ زیادہ اہم شہر نہیں تھا لہٰذا مرکز نے یہ فیصلہ کیا کہ بیت (مسجد) شکاگو میں بنائی جائے وہاں بھی ایک پرانی سی بلڈنگ اور ایک پلاٹ بیت الذکر کے لئے جماعت کے پاس موجود تھا۔

جب یہ فیصلہ آیا تو میں نے مرکز سے اجازت لے کر جماعت ڈیٹن کے احباب کو جمع کیا۔یہ احباب گنتی کے لحاظ سے آٹھ دس ہی تو تھے انہیں میں نے بتلایا کہ میں نے تعمیر بیت الذکر کے لئے مرکز کو سفارش کی تھی مگر مرکز نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ بیت شکاگو میں بنے۔ڈیٹن میں فی الحال نہیں۔یہ کہہ کر جوش کے ساتھ میں نے تقریر کی اور بتلایا کہ آپ صرف ارادہ کریں کہ ہم بیت الذکر بنائیں گے تو خدا تعالیٰ غیب سے سامان پیدا کردے گا۔میں نے اللہ اکبر کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ ہم یونہی منہ سے اللہ اکبر اللہ اکبر نماز میں نہیں کہتے بلکہ فی الواقعہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور سب سے بڑا ہے میری اس تقریر کے بعد برادر ولی کریم صاحب اٹھے اور کانپتے ہوئے ہونٹوں سے انہوں نے فرمایا۔ترجمہ: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی اور شخص بیت الذکر کی تعمیر کے کام میں میری مدد نہیں کرے گا تو میں خود یہ بیت تعمیر کردوں گا۔اللہ اکبر۔

یہ الفاظ کہہ کر وہ زارو قطار رو پڑے۔آپ کا اس جذبہ سے قسم کھانا تھا کہ برادر عبدالقدیر صاحب مرحوم نے کہا میں ایک ہزار ڈالر چندہ دونگا۔اس کے بعد سسٹر امتہ الالٰہی نے کہا کہ میرے پاس لجنہ اماء اللہ کے مبلغ ایک سو ڈالر پڑے ہیں وہ رقم بیت فنڈ میں دیتی ہوں۔

کچھ دنوں کے بعد برادر ولی کریم نے مجھے کہا میجر صاحب مجھے اور میری بیوی کو جہاں ہم کہتے ہیں کار پر لے چلو، میں لے گیا۔مجھے ایک دکان سے باہر چھوڑ کر دونوں میاں بیوی دکان کے اندر گئے وہاں سے ایک ہزار ڈالر لاکر مجھے دئے وہ ایک یہودی کی دکان تھی۔مجھے معلوم تھا کہ ان کے پاس کوئی رقم جمع نہیں ہے۔پھر میں ان کے اخلاص اور قربانی کے جذبہ کو دیکھ دیکھ کر سخت حیران تھا اب میرا حوصلہ بڑھ گیا۔بیت کی تعمیر کے لئے میونسپل کمیٹی کے دفتر میں پرمٹ کے لئے درخواست دے دی۔پہلے تو اجازت نہیں ملی مگر بعد میں جب اجازت ملی تو برادر ولی کریم صاحب وفات پاچکے تھے۔ان کی وفات پر ان کے متعلق ایک مضمون الفضل کے لئے لکھ رہا تھا کہ سامنے برادر عبدالقدیر صاحب مرحوم بیٹھے تھے،انہیں میں نے وہ مضمون ترجمہ کر کے انگریزی میں سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ جس نے بیت کی تعمیر کی قسم کھا کر ذمہ داری لی تھی وہ تو فوت ہوگئے اور اب اس ذمہ داری کو پورا کرنا ہمارا کام ہے۔یہ کہہ کر میں نے تحریک کردی کہ وہ کچھ اور رقم دیں۔چنانچہ انہوں نے ایک ہزار ڈالر مزید دینے کا وعدہ کردیا۔بعد میں مَیں انہیں تحریک کرتا رہا کہ اگر آپ کے پاس بنک میں کوئی رقم موجود ہو تو اس نیک کام کے لئے سب کی سب ادا کریں۔

چنانچہ آہستہ آہستہ تحریک کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مبلغ 4 ہزار ڈالر مزید انہوں نے دے دیئے۔اس طرح 6 ہزار ڈالر جو سب سے زیادہ چندہ بنتا ہے انہوں نے دئے۔اسی طرح لجنہ اماء اللہ امریکہ نے مبلغ ایک ہزار ڈالر دئے۔باقی احباب میں سے کسی نے ایک سو ڈالر تو کسی نے دو سو ڈالر چندہ دینا شروع کردیا۔تعمیر کے لحاظ سے موصول شدہ رقوم کچھ زیادہ نہ تھیں مگر اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے میں نے کام شروع کردیا۔بیت الذکر کی تعمیر کے لئے بہترین سامان خرید لیا اور اپنی نگرانی میں مستری اور مزدور لگا کر کام شروع کردیا۔کام کی کبھی روزانہ ڈائری کبھی ہفتہ وار ڈائری مرکز کو بھیج دیتا۔ایک دن مرکز کی طرف سے بغیر میری درخواست کے مبلغ 5 ہزار ڈالر کا چیک مل گیا۔کُل 16,500 ڈالر (سولہ ہزار پانچ صد ڈالر) میں نہ صرف بیت الذکر کی تعمیر مکمل ہوگئی بلکہ ایک دفتر بھی تیار ہوگیا۔اور رنگ روغن نہایت خوبصورت، پردے نہایت خوبصورت، قالین، تین سو کے قریب نئی کرسیاں، نئے میز پنکھے، کتابیں رکھنے کے شیلف، ٹیلیفون، ٹیپ ریکارڈر، کمرہ کو گرم رکھنے کا انتظام، بجلی کے سامان ڈبل چھت وغیرہ۔الغرض نہایت خوبصورت بیت تیار ہوگئی۔اب یہ اس بیت الذکر ہی کی برکت ہے کہ ڈیٹن کی جماعت نمایاں طور پر بڑھ گئی اور سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب امریکہ کے دورے پر تشریف لے جاتے تو واشنگٹن کے بعد سب سے پہلے ڈیٹن تشریف لے جاتے۔

(الفضل یکم دسمبر 1976ء)

مساجد کی اہمیت و عظمت

حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر مسجد تعمیر کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ بھی اس کے لئے جنت میں اس جیسا گھر تعمیر کرتا ہے۔(مسلم)

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی شخص کو مسجد میں عبادت کے لئے آتے جاتے دیکھو تو تم اس کے مومن ہونے کی گواہی دو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔'' (ترمذی)

الوصیّة

حضرت مسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں:

اس جگہ ایک امر اَور قابلِ تذکرہ ہے کہ جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ خدا نے مجھے میری وفات سے اطلاع دی ہے اور مجھے مخاطب کر کے میری زندگی کی نسبت فرمایا کہ "بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔" اور فرمایا کہ "تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔" یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضرور ہے کہ میری وفات سے پہلے دنیا پر کچھ حوادث پڑیں اور کچھ عجائبات قدرت ظاہر ہوں تا دنیا ایک انقلاب کے لئے تیار ہو جائے اور اس انقلاب کے بعد میری وفات ہو۔

اور مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی۔ ایک فرشتہ مَیں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے۔ تب ایک مقام پر اس نے پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اور ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔ تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے لیکن چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اس لئے یہ غرض مدت دراز تک معرضِ التواء میں رہی۔ اب اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جب کہ میری وفات کی نسبت بھی متواتر وحی الٰہی ہوئی مَیں نے مناسب سمجھا کہ قبرستان کا جلدی انتظام کیا جائے۔ اس لئے مَیں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی۔ اور مَیں دُعا کرتا ہوں کہ خدا اِس میں برکت دے اور اِسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدّم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

پھر مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا! اس زمین کو میری جماعت میں سے اُن پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی اُن کے کاروبار میں نہیں۔ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ.

پھر مَیں تیسری دفعہ دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور و رحیم! تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچّا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنّی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں۔ اور تیرے لئے تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تُو راضی ہے۔ اور جن کو تُو جانتا ہے کہ وہ بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے۔ اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ.

اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اُنْزِلَ فِیْهَا كُلُّ رَحْمَةٍ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصّہ نہیں۔ اس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔ سو وہ تین شرطیں ہیں اور سب کو بجالانا ہوگا۔

۱۔اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے مَیں نے اپنی طرف سے دی ہے لیکن اس احاطہ کی تکمیل کے لئے کسی قدر اور زمین خریدی جائے گی جس کی قیمت اندازاً ہزار روپیہ ہوگی۔اور اس کے خوشنما کرنے کے لئے کچھ درخت لگائے جائیں گے اور ایک کنواں لگایا جائے گا اور اس قبرستان سے شمالی طرف بہت پانی ٹھہرا رہتا ہے جو گذرگاہ ہے اس لئے وہاں ایک پُل تیار کیا جائے گا اور ان متفرق مصارف کے لئے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا۔سوکُل یہ تین ہزار روپیہ ہوا جو اس تمام کام کی تکمیل کے لئے خرچ ہوگا۔سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے اور یہ چندہ محض انہی لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسروں سے۔بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نور الدین صاحب کے پاس آنا چاہیئے۔لیکن اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔اس صورت میں ایک انجمن چاہیئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمہء اسلام اور اشاعتِ توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

۲۔دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیّت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعتِ اسلام اور تبلیغ احکامِ قرآن میں خرچ ہوگا اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ہوگا۔اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہلِ علم انجمن کے سپرد رہے گی۔اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعتِ علمِ قرآن وکتبِ دینیہ اور اس سلسلہ کیواعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے۔اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دے گا۔اس لئے اُمید کی جاتی ہے کہ اشاعتِ اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے۔اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعتِ اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے۔اور جب ایک گروہ جو متکفّل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو اُن کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں۔ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نومسلموں کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔اور جائز ہوگا کہ ان اموال کو بطور تجارت ترقی دی جائے۔

یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دُور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیونکر ہوں گے اور ایسی جماعت کیوں کر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے۔بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں۔سومَیں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کریں۔ہاں جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گذارہ نہ ہو ان کو بطور مدد خرچ اس میں سے دیا جائے۔

۳۔تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرّمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔سچا اور صاف مسلمان ہو۔

۴۔ ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔

ہدایت:

۱۔ ہر ایک صاحب جو حسب شرائط متذکرہ بالا کوئی وصیت کرنا چاہیں تو ان کی وصیّت پر عمل در آمد اُن کی موت کے بعد ہوگا۔لیکن وصیّت کو لکھ کر اس سلسلہ کے امین مفوض الخدمت کو سپرد کر دینا لازمی امر ہوگا اور ایسا ہی چھاپ کر شائع کرنا بھی کیونکہ موت کے وقت اکثر وصایا کا لکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔اور چونکہ آسمانی نشانوں اور بلاؤں کے دن قریب ہیں۔اس لئے خدا تعالےٰ کے نزدیک ایسے وقت میں وصیّت لکھنے والا بہت درجہ رکھتا ہے جو امن کی حالت میں وصیّت لکھتا ہے اور اس وصیّت کے لکھنے میں جس کا مال دائمی مدد دینے والا ہوگا اس کو دائمی ثواب ہوگا اور خیرات جاریہ کے حکم میں ہوگا۔

۲۔ ہر ایک صاحب جو کسی دوسری جگہ میں ہوں جو قادیان سے دُور اس ملک کے کسی اور حصّہ میں ہوں اور وہ ان شرائط کے پابند ہوں جو درج ہو چکی ہیں تو اُن کے وارثوں کو چاہیئے کہ ان کی موت کے بعد ایک صندوق میں ان کی میّت کو رکھ کر قادیان میں پہنچادیں اور اگر اس قبرستان کی تکمیل سے یعنی پُل وغیرہ کی تیاری سے پہلے کوئی صاحب فوت ہو جائیں جو حسب شرائط اس قبرستان میں دفن ہوں گے تو چاہیئے کہ بطور امانت صندوق میں رکھ کر اپنی جگہ دفن کئے جائیں۔ پھر تمام لوازم کی تیاری کے بعد جو قبرستان کے متعلق ہیں قادیان میں اُن کی میّت لائی جائے۔ لیکن وہ صاحب جو بغیر کسی صندوق کے دفن کئے جائیں اُن کا قبر میں سے نکالنا مناسب نہ ہوگا۔ [۲]

واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں۔ تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ اُن کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ اور تا اُن کے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے اُنہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کے لئے قوم پر ظاہر ہوں۔

بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کام میں ہر ایک مخلص کو مدد دے اور ایمانی جوش ان میں پیدا کرے اور اُن کا خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

مناسب ہے کہ ہر ایک صاحب ہماری جماعت میں سے جن کو یہ تحریر ملے وہ اپنے دوستوں میں اس کو مشتہر کریں اور جہاں تک ممکن ہو اس کی اشاعت کریں اور اپنی آئندہ نسل کے لئے اس کو محفوظ رکھیں۔

اور مخالفوں کو بھی مہذب طریق پر اس سے اطلاع دیں اور ہر ایک بدگو کی بدگوئی پر صبر کریں اور دُعا میں لگے رہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

الراقم خاکسار

المفتقر الی اللّٰہ الصّمد غلام احمدؐ عافاہ اللّٰہ و ایّد

۲۰ دسمبر ۱۹۰۵

(الوصیّہ صفحہ 17 تا 23)

[۱] بدظنی ایک سخت بلا ہے جو ایمان کو ایسی جلدی جلا دیتی ہے جیسا کہ آتش سوزاں خس وخاشاک کو۔ اور وہ جو خدا کے مرسلوں پر بدظنی کرتا ہے خدا اس کا خود دشمن ہو جاتا ہے اور اس کی جنگ کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے برگزیدوں کے لئے اس قدر غیرت رکھتا ہے جو کسی میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ میرے پر جب طرح طرح کے حملے ہوئے تو وہی خدا کی غیرت میرے لئے برافروختہ ہوئی جیسا کہ اُس نے فرمایا۔ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَاَلُوْمُ مَنْ یَّلُوْمُ وَاُعْطِیْکَ مَا یَدُوْمُ۔ لَکَ دَرَجَۃٌ فِی السَّمَآءِ وَفِی الَّذِیْنَ هُمْ یُبْصِرُوْنَ۔ وَ لَکَ نُرِیْ اٰیٰتٍ وَنَهْدِمُ مَا یَعْمُرُوْنَ۔ وَقَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا۔ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔ اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ۔ لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ۔ اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ۔ بِشَارَۃٌ تَلَقَّاهَا النَّبِیُّوْنَ۔ یَا اَحْمَدِیْ اَنْتَ مُرَادِیْ وَمَعِیْ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ وَاَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃٍ لَا یَعْلَمُهَا الْخَلْقُ۔ وَاَنْتَ وَجِیْهٌ فِیْ حَضْرَتِیْ۔ اِخْتَرْتُکَ لِنَفْسِیْ اِذَا غَضِبْتَ غَضِبْتُ وَکُلَّمَا اَحْبَبْتَ اَحْبَبْتُ۔ اٰثَرَکَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ۔ وَکَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا۔ یَعْصِمُکَ اللّٰهُ مِنَ الْعِدَا۔ وَیَسْطُوْا بِکُلِّ مَنْ سَطَا۔ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۔ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ۔ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرُ۔ کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ منہ

[۲] کوئی نادان اس قبرستان اور اس کے انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے اور انسان کا اس میں دخل نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دے گی۔ بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔ منہ